لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

اشاعت کے اہم رسال

- اداریہ: سونے کی چڑیاں
- شیخ احمد یٰسین شہیدؒ کو خراج عقیدت
- مولانا شہاب الدین ندوی مرحوم کو بعد از مرگ شاہ ولی اللہ ایوارڈ

اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُھَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاۗءَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (ال عمران-۱۴۰)

اگر تمہیں کوئی زخم پہونچ جائے، تو ان لوگوں کو بھی ایسا ہی زخم پہونچ چکا ہے اور ہم ان ایام کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے کچھ کو شہید بنانا تھا، اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

- حضرت شیخ الحدیث پر عالمی سیمینار پر ایک تاثراتی تحریر:
- سیمینار گھر بار
- الادب المفرد کے زیر طبع اردو ترجمے کی ایک قسط
- رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار:
- جشن اجراء
- مولانا محمد امین نصیر آبادیؒ: حیات و خدمات
- ترجمہ قرآن کریم
- ایک علمی و فکری مقالہ

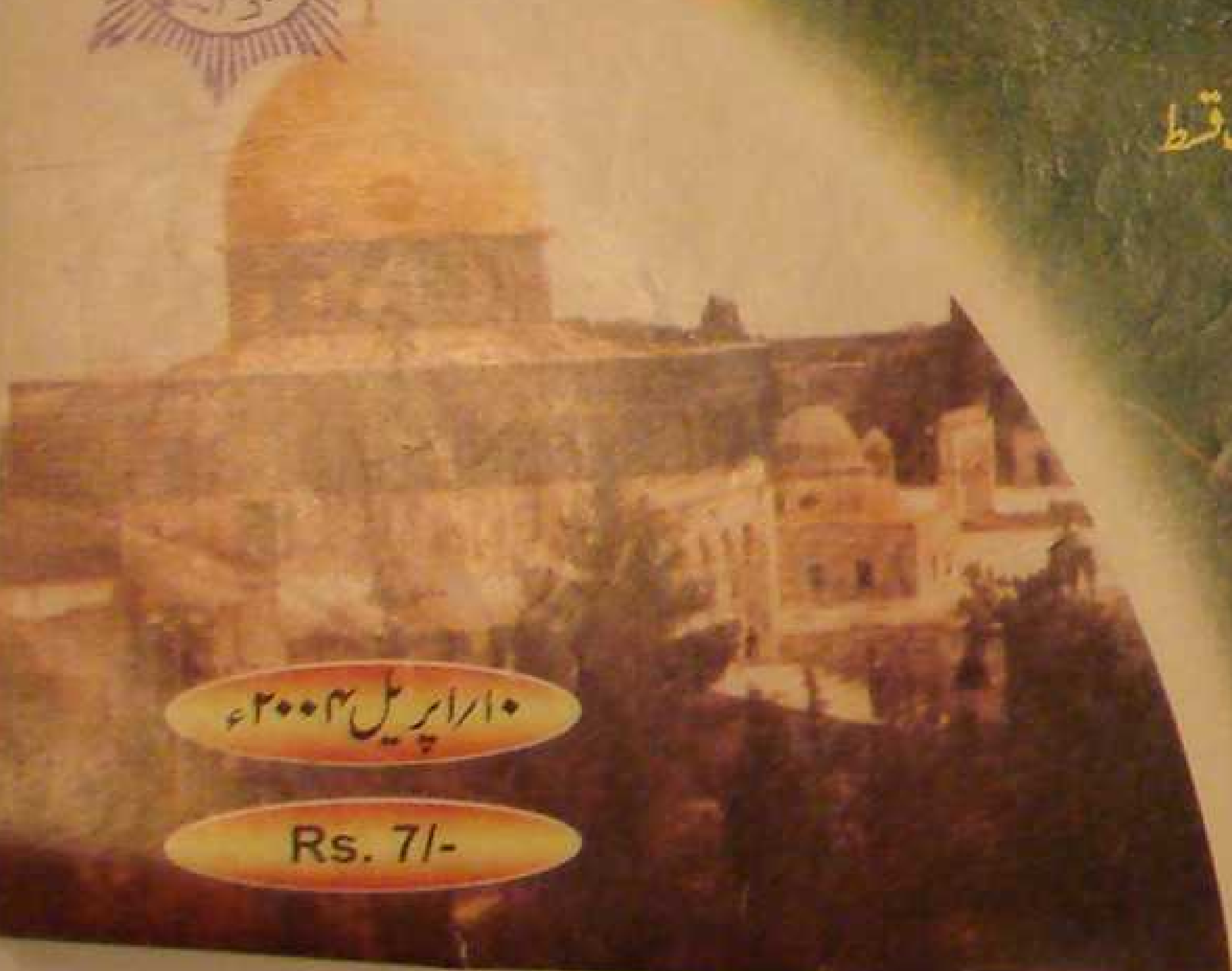

۱۰/اپریل ۲۰۰۴ء

Rs. 7/-

Postal Regd.No.LW/NP/63/2003 to 2005

March. -2004

Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul- Ulama,Lucknow-226007
Vol.2, Issue No.24

R.N.I.No.UP.URD/2001/6071
ندوہ مہمان خانہ: (0522) 2740151
دفتر اہتمام: 2741272
رابطہ ادب اسلامی: 2741221 فیکس:
شعبہ تعمیر و ترقی: 2741231 فیکس:

RAZA HIGH SCHOOL
C.B.S.E (Delhi Board) & B.S.E.B
visit us at : www.razahighschool.net,
PH : 2670365,2666589, 2250726,2255012
دینیات، اخلاق و کردار سازی کا بھی خاص اہتمام
1987-2003 : 100% First Division

2260152
For Family Foot Wear
NATIONAL SHOE CO.
Shop No.3,Qadeer Market
Nakhas, Lucknow-226003

Phone : 0522-2274606 (s)
Mobile : 0522-2008348
محمد اکرم جویلرس
Mohd. Akram
JEWELLERS
Near: Odeon Cinema Lucknow.

2260433
جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے
Gehna Palace
گہنہ پیلیس
Whenever You See Jewellery; Think of us
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک، لکھنؤ

Resi : 2268177
Mob: 3126122
سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
Shop: 2000667
9415002532
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala, Aminabad,Lucknow-18

2217955
Mohd. Faizan Nadwi
حرمین بک ڈپو
HARAMAIN BOOK DEPOT
HOLY QUR'AN ISLAMIC BOOK's
KALONJI OIL
& KALONJI PRODUCTS LEATHER SOCKS
KHOJATI SURMAS SUPPLIER
(Markaz Masjid)Katchehri Road, Aminabad, Lko-18

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2741235 (Ext) 18 Printed & Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Press, Tagore Marg Lucknow.

بسم الله الرحمن الرحيم

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم		۲
اداریہ	سونے کی چڑیاں	۳
چراغ راہ	انسان کی تلاش	۴
تزکیہ واحسان	ہماری تباہی وپریشانی کا حل	۷
قرآنیات	☆ ترجمۂ قرآن مجید	۹
	☆ تراجم قرآن کریم	۴
تعلیم الحدیث	حقوق والدین	۱۷
فقہ وفتاویٰ	فقہی سوال جواب	۱۹
دو سمیناروں پر تاثرات:		
	☆ جشن اجراڑہ	۲۰
	☆ سمینار گھر بار (جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ)	۲۰
رابطہ ادب اسلامی	مولانا سید امین نصیر آبادیؒ پر ایک سمینار	۲۱
حاصل مطالعہ	بصائر وعبر	۲۲
وفیات	شیخ احمد یٰسینؒ: اسلام کا ایک زندہ معجزہ	۲۳
تعارف وتبصرہ	رسید کتب	۲۵
عالم اسلام	حمیت نام ہے جس کا۔۔۔۔۔؟	۲۶
مطالعہ کی میز پر	اسلام اور اسلامی عقائد: ایک تعارف	۲۸
تذکیر وموعظت	اور اگر باخبر اپنی حقیقت سے ہو	۲۹
اصلاح معاشرہ	کھیل اسلامی نقطہ نظر سے	۳۱
متفرقات:	☆ مولانا شہاب الدین ندویؒ کو شاہ ولی اللہ ایوارڈ	۲۵
	☆ ڈاکٹر ایم اے حلیم نہیں رہے	۳۰
آخری صفحہ	بوالعجبی میڈیا اور حرف غلط کا پرچار	۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰/روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ — اشاعت کے ۴۱ سال

جلد نمبر ۴۱ ۱۰/اپریل ۲۰۰۴ء مطابق ۱۸/صفر ۱۴۲۵ھ شمارہ نمبر ۱۱

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی

• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون

سالانہ -/۱۵۰ —————— فی شمارہ -/۷

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک -/۳۵ ڈالر

• ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 2741235 (Ext)18 مہمان خانہ (0522) 2740151

Website : www.nadwatululama.org

e-mail : Nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے ہارمنی آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

نور بصیرت

حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا سید امین صاحب نصیر آبادیؒ جیسے علماء ربانیین کی دعوت ومحنت کا پیغام

نسلِ نو کو توحید گھول کر پلا دیجئے

یہاں سے لے جانے والا پیغام، یہاں سے لے جانے والا تحفہ اور یہاں سے لے جانے والی امانت اور سوغات یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کو توحید پر پکا کریں، توحید کا سبق گھول کر پلا دیں اور ان کی گھٹی میں ڈال دیں اور یہ گھٹی میں جبھی پڑے گی کہ جب وہ آواز سننے کے قابل ہوں اور جب سے وہ کچھ سمجھنے کے قابل ہو تو ان کے سامنے توحید کی باتیں کی جائیں، پیغمبروں کی باتیں کی جائیں مثلاً ابراہیمؑ کی باتیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی باتیں، خلفائے راشدین کی باتیں، اور جو دین کے بڑے بڑے داعی اور بزرگ گزرے ہیں ان کی باتیں کی جائیں۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ اس ملک میں کیا پیغام لے کر آئے؟ اس ملک میں کس چیز کی کمی تھی؟ کمی تھی تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی۔ ان کے بعد ان کے جانشینوں میں سے سب نے یہی کام کیا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو آپ کہیں کہ ''نہیں اس کو چھوڑ دیجئے'' اپنے اپنے طریقے پر وہ سب یہی کام کرتے تھے اور پھر آخر میں اس جگہ سے بھی یہی آواز بلند ہوئی اور ایسی بلند ہوئی کہ سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور سارے ہندوستان سے اس آواز کی صدائے بازگشت سنائی دینے لگی۔

یہاں سے یہ پیغام لے کر جائیے کہ بچوں کو دین سکھانا ہے اور گھر ہی سے دین کی تعلیم دینا ہے، اسکولوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا ہے دینی تعلیم تو آپ کے بتانے سے اور مدرسوں میں بھیجنے سے آئے گی جیسے یہ مدرسہ ضیاء العلوم ہے، ہمارے نانا کے نام پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ ضیاء النبیؒ جن کے خلیفہ مولانا سید امین صاحب نصیر آبادیؒ تھے۔ انھوں نے مکمل روحانی تعلیم انہی سے حاصل کی تھی۔ آج انکا ضلع دیکھئے جس گاؤں میں جائیے گا اور جہاں کہیں مسجد بنائی دکھائی دے گی اور جہاں چار مسلمانوں کے گھر ہوں گے وہاں آپ سید امین صاحب نصیر آبادیؒ کا نام سنیں گے وہاں کے عقائد انشاء اللہ درست ہوں گے۔ یہ سب حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی، مولانا سید امین صاحب نصیر آبادی اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی تعلیم کا فیض ہے۔ اور ان کی محنتوں کا نتیجہ ہے یہاں سے لے جانے والا پیغام یہی ہے کہ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دیجئے اور توحید کا سبق پڑھائیے بلکہ توحید گھول کر پلا دیجئے۔

(مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ایک تقریر سے ماخوذ)

رئیس التحریر کی میز سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توازن ایک ایسا اصول ہے جس کی کارفرمائی کو فطرت کے حسن و جمال میں بھی دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔ جب کبھی پہاڑی سلسلوں پر نگاہ کے پڑنے کا اتفاق ہوتا ہے تو بلندی پر واقع بعض ایسی چٹانوں کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا ہے کہ اب گریں کہ تب گریں۔۔۔ لیکن سبحان تیری قدرت کہ توازن کا کچھ ایسا نظام ہے جس سے جمال و کمال دونوں کا اظہار ہو رہا ہے۔۔ اسی طرح ایک دوسرا لفظ ہے امتزاج۔۔۔ لفظ ہی کچھ ایسا پیارا کہ سننے میں بھی کانوں کو بھلا لگے اور اگر کہیں دیکھنے میں آجائے تو پھر امتزاج کا جلوہ بس دیکھتے ہی بنے!!۔۔ چاہے مناظر قدرت ہوں یا حضرت انسان کی کاوشیں، امتزاج کی بدولت ان کا حسن دوبالا ہو جاتا اور وہ خوب سے خوب تر ہو جاتے ہیں۔

حاصل یہ کہ مناظر قدرت اور فطرت بھی کھلی کتاب ہیں جس کا جی چاہے ان سے سبق لے لے اور اپنی زندگی میں ان کے اصولوں کو سمو لے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات میں انسان کو تدبر کرنے کی خالق کائنات نے دعوت دی ہے۔ دیکھنے والی آنکھ چاہئے، غور کرنے والا دماغ اور اخذ کرنے والی طبیعت! جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، پت جھڑ کا موسم رخصت ہو چکا ہے اور درختوں کو نیا پیرہن عطا ہوا ہے۔ ان پتیوں میں سے اکثر و بیشتر کا رنگ ہے تو ہرا۔۔۔ لیکن اس ایک ہرے رنگ میں بھی رنگا رنگی ہے۔۔۔ کون سی مثال لی جائے اور کس کو ترک کیا جائے بس پاکی بیان کی جائے اس پاک پروردگار کی جو احسن الخالقین ہے۔

مناظر فطرت و قدرت میں بات توازن اور امتزاج کی ہو رہی تھی جن سے حسن و جمال بھی نکھرتا ہے اور کمال بھی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ باتیں محض کہنے اور دیکھنے سننے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ زندگی میں برتنے کے لئے بھی ہیں۔ جب انسان کا مشاہدہ عمل میں ڈھل جاتا ہے تو وہ نکھر جاتا ہے۔ ایک مثال کسی ایک ایسے پرچے اور رسالہ کی لیجئے جس کے قارئین کا حلقہ نسبتاً وسیع ہو، جس کو علماء بھی دیکھتے ہوں اور عوام بھی پڑھتے ہوں، جو اہل فکر و نظر کی نگاہوں سے بھی گزرتا ہو اور عام قارئین کی نگاہیں بھی اس میں اپنے لئے کام کی باتیں اور فکری غذا تلاش کرتی ہوں، اس کے قارئین میں طرز کہن کو پسند کرنے والے بھی ہوں اور آئین نو سے لگاؤ رکھنے والے بھی، تو اس صورت میں توازن اور امتزاج کے اصول ہی سے وہ تنوع پیدا ہو سکے گا جس میں ''پھول کھلے ہیں گلشن گلشن'' کی ایک جھلک دکھائی دے۔۔۔ آپ کے اپنے پرچے تعمیر حیات کو توازن و تنوع کی اسی ڈگر پر لے جانے اور چلانے کی ایک ٹوٹی پھوٹی کوشش کی جارہی ہے۔ اپنے اس کریم داتا سے اس کے لئے خوش سلیقگی اور خوش اسلوبی کی بھیک عطا کئے جانے کی التجا و فریاد ہے جو مانگنے سے خوش ہوتا ہے اور جس کا پاک نام ہی ہر قدم پہ ڈھارس بندھاتا اور ہمت و حوصلہ دلاتا ہے، وہی اول ہے اور وہی آخر۔۔۔ اور پھر آپ کے مشورے ہمارے لئے رہنما اور اہل قلم کا تعاون ہمارے لئے بیش قیمت تحفہ، جس کے ہم دل سے قدرداں بھی ہیں، اس کے لئے شکر گزار بھی اور مزید تعاون کے طلب گار بھی۔

اس شمارے میں آپ کو ''انسان کی تلاش'' جیسا دردمندانہ مضمون بھی پڑھنے کو ملے گا جو احساس دلائے گا کہ۔ ع آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا۔۔

ملت اپنی پریشانی و زبوں حالی پر غور تو کرتی ہے مگر افسوس کہ گتھی کا اصل سرا اس کے ہاتھ نہیں آتا حضرت شاہ ہردوئی کا مضمون اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کا باعث بنے گا۔ اس شمارہ میں شامل ترجمہ قرآن کریم کے مقالے سے ہم کو فکری غذا بھی ملے گی اور ادب و بلاغت کی چاشنی اور حلاوت بھی محسوس ہوگی۔ ''سیمنار گہربار'' اور ''جشن اجراءہ'' پڑھتے وقت آپ خود کو ذہنی طور پر تھوڑی دیر کے لئے اعظم گڑھ اور اجراءہ میں پائیں گے۔ رسید کتب کے کالم کا مطالعہ آپ کو ان نئی کتابوں کو دیکھنے اور پڑھنے (اور خدا کرے خریدنے) کا بھی شوق دلائے گا۔ ڈاکٹر ایم اے حلیم کی وفات کی خبر آپ کو پر نم کردے گی کہ ان کے بے لوث اور مخلص ہونے کا اعتراف صرف اپنوں کو ہی نہیں غیروں کو بھی تھا۔ اور فرقانیہ اکیڈمی بنگلور کے مولانا شہاب الدین ندوی کو بعد از مرگ شاہ ولی اللہ ایوارڈ کی خبر جہاں آپ کو مولانا مرحوم کی یاد دلائے گی وہیں ان کا مشن بھی آپ کو یاد آئے گا جو امت کی عظمت رفتہ کی بازیافت کا تھا۔ اور شیخ احمد یٰسین کی شہادت تو کون سا ایسا دل ہوگا جس میں انسانیت کی ذرہ برابر بھی رمق ہو اور وہ تڑپ نہ اٹھا ہو۔ خدا کرے یہ شمارہ آپ کو پسند آئے۔

اداریہ

مولانا عبداللہ عباس ندوی

سونے کی چڑیاں

بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں، نہ اس کا جاننا دلیل ہے کہ آپ عصر حاضر کے مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور آپ کے گرد و پیش جو ہو رہا ہے اس سے واقف ہیں، ایک بہت کھلی اور نمایاں بات ہے کہ امریکہ اس وقت دنیا پر قابض ہے، یہودی عقل اور نصرانی چالبازی (قرآن کی زبان میں مکر و کید) نے ساری دنیا کو اپنے شکنجہ میں کس لیا ہے، اس کی تائید میں سر ہلانے پر غیر مسلم طاقتیں بھی مجبور ہیں اور مسلم اکثریت والے ممالک بھی۔ ہر ملک اپنے وجود کی خیر منا رہا ہے، دجل و فریب کی سیاہ اور بلند پہاڑیاں وادیٔ اسلام کو ہر طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں، مسلمان کروڑوں کی تعداد میں تباہ کئے جاچکے، ان کی دولت جوا‌ر بوں اور کھربوں میں گنی جاتی ہے وہ تہس نہس ہو چکی ہے اور جو باقی ہے اس پر یہودی بنکوں کا پہرہ ہے۔ مسلمان مارے گئے ان کی دولتیں تباہ کی جاچکیں مگر اسلام زندہ ہے، خدا کی وحدانیت اور رسول کی صداقت کا عقیدہ زندہ ہے، اس کو تباہ کرنے پر مشرق و مغرب کی غیر مسلم طاقتیں یکساں طور پر سرگرم ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بنگلہ دیش کی ایک نیم خواندہ بنگالن کے لئے یورپ کے آٹھ ملکوں نے میزبانی کی پیش کش کی تھی کیونکہ ان کی زبان میں اس نے اسلام کے تابوت پر ایک کیل ٹھونکی تھی، اور بمبئی کے افسانہ نویس رشدی پر برطانیہ ہزار ہا ہزار پونڈ خرچ کر رہا ہے کہ ان کے اس ہیرو کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وجودِ مسلم نہیں بلکہ وجودِ اسلام کو مٹانے کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں متحد ہیں، افغانستان ایک اسلامی ملک تھا، اسلام اس سرزمین کی خمیر میں داخل تھا، اس کو خاک کا ڈھیر بنا دیا گیا، عراق کی حکومت ہزار مسلم دشمن سہی مگر عوام تو مسلمان تھے اور ہیں۔ وہاں پانچ سو برس تک مسلم حکومت و خلافت قائم رہی، نادر ترین کتب خانے تعمیر ہوئے، اعلیٰ درجہ کے محققین وہاں پیدا ہوئے اور آج بھی وہ سرزمین اسلام پر تحقیق کرنے والوں کے لئے قدیم مصادر کا خزانہ ہے۔ صدام کو رسوا اور گرفتار کر کے بغداد کو کھنڈر بنا دیا گیا، اور وہ اسلحے جن کی تلاش کو بہانہ بنایا گیا تھا وہ ابھی تک یہودیوں کے دماغ میں ہیں زمین پر ان کا وجود نہیں ہے، امریکہ کی مخابراتی ایجنسیوں نے یہ پتہ تو نہیں چلایا کہ عراق کا وہ اسلحہ کہاں ہے جو پورے اسرائیل کو ختم کر سکتا تھا اور نہ یہ پتہ چلایا کہ اسامہ بن لادن کہاں ہیں، مگر یہ پتہ چلا لیا کہ مسلم وجود دنیا میں ان مدارس اسلامیہ کے ذریعہ قائم ہے اور یہ بھی خفیہ ایجنسیوں نے بتایا کہ ان مدارس کو مالدار مسلم ممالک کے عطیات ملتے رہتے ہیں، اور وہاں کی عوام بھی ان اداروں کی مدد کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان ذرائع کو بند کیا جائے اور چند ایسی ایجنسیاں بنا دی جائیں یعنی یہود و ہنود اپنی رائے سے جس کو چاہیں مدد دلوائیں۔ لیکن شاید ان ایجنسیوں کے ماہرین کو معلوم نہیں کہ یہ مدارس اس وقت بھی چل رہے تھے جب مسلم ممالک کے پاس پٹرول نہیں تھا، اور اس وقت بھی قائم رہے جب ان ممالک سے چند ٹکڑے آنے لگے، اور اس وقت بھی رہیں گے جب یہ ممالک ان مدارس کی مدد سے ہاتھ روک لیں گے۔

ندوہ کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر خلیج کی بعض ریاستوں کے نمائندوں نے بر سر عام جلسہ میں کچھ چندوں کا اعلان کیا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر لی اور کہا میں نے آپ کو اس لئے دعوت نہیں دی ہے، پھر شرکائے جلسہ سے کہا:

> ''میں آپ کے سامنے صاف اعلان کرتا ہوں کہ میں کسی سے اصول و ضمیر کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں یہ سونے کی چڑیاں سب اڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، ہماری قسمت اس ملک سے وابستہ ہے، اور اس ملک کی قسمت اگر میں کہوں (کوئی تعلّی نہیں کہ) ہم سے وابستہ ہے، ہمیں اس ملک میں جینا اور مرنا ہے، اور ہمیں اس ملک کو پیغام زندگی بھی دینا ہے، ہمارا اس ملک کا چولی دامن کا ساتھ ہے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے آپ کی دوکانوں پر جائیں گے، ہمارے مدرسے آپ ہی کے چار چار آٹھ آٹھ آنے پر چل رہے ہیں، آپ کے چار آنے اور آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، اس لئے کہ آپ ایثار کر کے دیتے ہیں، یہ جو کچھ ہمیں دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دی ہے، جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہوگی، آپ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ہم نے ان لوگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ ہم اپنا دامن بھر لیں۔''
>
> (روداد چمن ص ۳۴۱)

چراغِ راہ

انسان کی تلاش

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

آج کی انسانی آبادی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے اور اس کی ترقیاں بھی بہت وسیع ہیں، آج انسان نے بجلی، بھاپ، ہوا اور پانی پر قبضہ جمالیا ہے، ہوائی جہاز، ریڈیو، ٹی۔وی اور ایٹم بم سے انسانوں کی ترقی اور فتوحات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دوستو! انسانوں کی ترقی کا اندازہ مردم شماری کے نقشوں، اور بڑے بڑے متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کی تصویروں سے کرنا صحیح نہیں ہے، انسانیت کی ترقی ان مادی ترقیات کا نام نہیں ہے اور محض نسل انسانی کی ترقی کو انسانیت کی ترقی نہیں کہا جاسکتا، انسانیت کی ترقی کا اندازہ انسانوں کے اخلاق و کردار سے ہوتا ہے اور اخلاق و کردار کا اندازہ آپس میں ملنے جلنے، ریل کے ڈبوں، پارکوں، ہوٹلوں، دفتروں اور بازاروں میں ہوسکتا ہے، اردو کے مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے بالکل صحیح کہا ہے۔

نقشوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے

انسانیت سے بغاوت

انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے جب ہر قسم کے ذرائع اور مواقع حاصل ہوں کہ چوری، گناہ، حق تلفی کی جاسکے مگر انسان کے اندر کی کیفیات اس کا ہاتھ پکڑلیں۔ جہاں انسانیت کا گلا گھونٹا جارہا ہو وہاں انسانیت اپنا جوہر دکھائے، انسانیت کا اندازہ ہماری موجودہ زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہوسکتا۔ انسانیت در حقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خود بغاوت کرتا رہا ہے، اس کو انسانیت کی سطح پر قائم رہنا ہمیشہ دوبھر اور مشکل معلوم ہوا ہے، وہ کبھی نیچے سے کترا کر نکل گیا اور اس نے کبھی اپنے آپ کو انسانیت سے برتر سمجھا، یعنی اس نے کبھی انسانیت سے بالاتر کہلوانے اور خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کی، اور سچی بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کم کی، لوگوں نے انہیں خدا اور دیوتا بنانے کی کوشش زیادہ کی۔ ہم اگر فلسفہ اور روحانیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ انسانیت سے بلندتر کسی مرتبہ کی تلاش میں رہے اور انسانوں کو انسانوں کا صحیح مقام سمجھانے کے بجائے اس سے اونچا ہونے کی فکر کرتے رہے، اس کے بالمقابل دوسری کوشش یہ رہی کہ انسان کو انسانیت سے گرادیا جائے، وہ حیوانی اور نفسانی زندگی کا عادی بنے اور دنیا میں من مانی زندگی کا رواج ہو۔

ان دونوں کوششوں کے نتائج دنیا میں ہمیشہ خراب ہوئے ہیں، جب انسان کو انسانیت سے اٹھا کر خدا یا دیوتا بنایا گیا تو دنیا میں بدنظمی پھیلی اور بڑا فساد برپا ہوا، دنیا میں لوگوں نے جب خدائی کا دعویٰ کیا، یا لوگوں نے ان کو یہ درجہ دیا تو دنیا میں بگاڑ بڑھتا گیا اور انسانی زندگی میں نئی نئی گرہیں پڑیں۔ جب ایک معمولی سی گھڑی کسی اناڑی کے ہاتھ پڑ جاتی ہے اور وہ اس کی مشین میں دخل دیتا ہے تو وہ بگڑ جاتی ہے تو یہ نظام عالم ان مصنوعی خداؤں سے کیسے چل سکتا ہے؟ اس دنیا کے اتنے مسائل، اتنے مراحل اور اس میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ اگر ایک انسان اس دنیا کو چلانا چاہے تو یقیناً اس کا انجام بگاڑ ہوگا۔ میرا منشا یہ نہیں کہ انسان انسانیت کے دائرہ میں ترقی نہ کرے، بلکہ یہ کہ انسان خدائی کی کوشش نہ کرے، اس نے انسانیت ہی میں کونسی کامیابی حاصل کرلی ہے کہ اب وہ خدائی کی ہوس کرے۔

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب اس قسم کی کوشش کی گئی تو ایسی پیچیدگیاں رونما ہوئیں جن کا کوئی علاج نہ تھا، یہ کوشش دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمیشہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہوتی رہی ہے، ایسے لوگوں نے فطرت سے زور آزمائی کی ہے اور فطرت سے لڑ کر انسان نے ہمیشہ شکست ہی کھائی ہے۔

دوسری طرف اکثر ایسے انسان گزرے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو چوپایہ جانا ان کو بحیثیت انسان کے اپنی ترقی کا کوئی احساس نہیں ہوا، اپنی انسانیت، اپنی روحانیت اور خداشناسی کو ترقی دینے کا ان کو کبھی خیال تک نہیں ہوا، دنیا میں زیادہ تعداد انہیں انسانوں کی رہی ہے۔ اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بغاوتیں، یہ دونوں عیب اور یہ دونوں فساد جمع ہوگئے ہیں، اس وقت تقریباً ساری دنیا انہیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ چند آدمی ہیں جو خدائی کے دعویدار ہیں اور جن کو دیوتا بننے کا شوق ہے، باقی اکثر وہ انسان ہیں جو چوپایوں اور درندوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں، اس لئے اس زمانہ کا بگاڑ ہر زمانے کے بگاڑ سے بڑھ گیا ہے اور زندگی عذاب جان بن گئی ہے۔

اس وقت مردم شماری کے خانوں میں کوئی ایسا خانہ نہیں کہ جو لوگ اپنی انسانیت کی قدر کرتے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں ان کا اندراج کیا جائے گا۔ مگر آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان اٹھا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا احساس ہے، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے

بلکہ اللہ نے انسان کو روح بھی دی ہے، دل بھی دیا ہے اور دماغ بھی عطا کیا ہے۔ جن کو ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے اور ان کے صحیح استعمال سے بچتے ہیں، ہم جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کے ریلے میں ایسے بہے چلے جارہے ہیں، جیسے ایک گاڑی اپنے اختیار سے باہر لڑھک رہی ہو، جس پر کسی کا کوئی قابو نہ ہو۔ میں اور سمجھا کر کہوں یوں سمجھئے کہ انسانیت ایک سائکل ہے اور وہ سائکل ایک ڈھلوان پل پر سے پھسل رہی ہے، اس میں نہ کوئی گھنٹی ہے، نہ بریک اور نہ اس کے ہینڈل پر کسی کا ہاتھ ہے۔ جغرافیہ کی پرانی تعلیم یہ بتلاتی تھی کہ زمین چپٹی ہے، جغرافیہ کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول ہے، لیکن مجھے جغرافیہ کے استاد اور طالب علم معاف کریں میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ زمین ڈھلوان ہے، اس لئے کہ ساری قومیں اور ان کے تمام افراد اخلاقی بلندی سے حیوانی پستی کی طرف لڑھکتے چلے آرہے ہیں اور روز بروز ان کی رفتار تیز ہوتی جارہی ہے۔ ہماری زمین کا یہ کرہ ضرور آفتاب کے گرد گردش کررہا ہے، مگر اس کرہ ارض پر بسنے والا انسان مادیت اور معدہ کے گرد چکر لگارہا ہے، زمین کی گردش کا انسانوں کے اخلاق اور معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن انسانوں کی اس گردش کا تمام دنیا کے اخلاق اور حالات پر اثر پڑ رہا ہے، نظام شمسی میں حقیقی مرکز آفتاب ہو یا زمین، لیکن عملی زندگی میں انسانوں کا حقیقی مرکز معدہ یا پیٹ اور حیوانی عنصر بنا ہوا ہے اور ساری انسانیت اس کے گرد چکر لگا رہی ہے آج دنیا میں سب سے وسیع رقبہ معدہ کا ہے، یوں کہنے کو تو وہ انسان کے جسم کا بہت مختصر حصہ ہے لیکن اس کا طول و عرض اور عمق اتنا بڑھ گیا ہے کہ ساری دنیا اس میں سماتی چلی جارہی ہے، یہ معدہ اتنی بڑی خندق ہے کہ پہاڑوں سے بھی نہیں بھرتا، آج سب سے بڑا مذہب سب سے بڑا فلسفہ معدہ کی عبادت ہے، تعلیم گاہوں میں اسی کا غلام بنانا سکھایا جارہا ہے، آج کامیاب انسان بننے کا فن سکھایا جاتا ہے، دوسرے الفاظ میں دولت مند بننے کا،

آج دولت مند بننے کی ریس ہے، دولت مند بننے کی حرص اتنی بڑھ گئی ہے کہ انسان کو خود اپنے تن من کا ہوش نہیں رہا، مطالعہ، علم اور فنون لطیفہ کا مقصد بھی یہی ہوگیا ہے کہ انسان کہاں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کرسکتا ہے؟ سب سے بڑا علم اور ہنر یہ ہے کہ لوگوں کی جیبوں سے کس طرح روپیہ نکال کر اپنی جیب بھری جائے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت مند بننے کی کوشش کی جاتی ہے، دولت مند بننے کی کوشش تمدن اور سوسائٹی کے لئے اتنی مضر نہیں جتنی جلد دولت مند بننے کی ہوس ہے، یہی ہوس، رشوت، خیانت، غبن، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور حصول دولت کے دوسرے مجرمانہ ذرائع پر آمادہ کرتی ہے، اس لئے کہ ان مجرمانہ طریقوں کے بغیر جلد دولت مند بننا ممکن نہیں، اس ذہنیت کی وجہ سے ساری دنیا میں ایک مصیبت برپا ہے، دفتروں میں طوفان ہے، منڈیوں میں قیامت کا منظر ہے، آج انسان جونک بن گئے ہیں، اور انسان کا خون چوسنا چاہتے ہیں آج کوئی کام بے غرض و بے مطلب نہیں رہا، آج کوئی شخص بغیر اپنے فائدہ اور مطلب کے کسی کے کام نہیں آتا، آج ہر چیز اپنی مزدوری اور فیس مانگتی ہے، کبھی کبھی تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر درخت کے سایہ میں دم لیں گے تو شاید درخت بھی اپنی فیس اور مزدوری مانگنے لگیں گے۔ اقبالؔ نے کہا ہے۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

لیکن ان تین طبقوں کی یہ خصوصیت نہیں، سب کا حال یہی ہورہا ہے کہ دولت اور خواہشات نفس کا نشہ سوار ہے، آج دولت کمانا ہی زندگی کا مقصد بن گیا ہے، اور ساری دنیا اس کے پیچھے دیوانی ہے۔ آج جس انسان کو طالب خدا ہونا چاہئے تھا، اس کی معرفت اور محبت سے اپنا ویران دل آباد، اپنا اندھیرا دماغ روشن، اپنی بے مقصد و بے کیف زندگی با مقصد اور پرکیف بنانی چاہئے تھی، سارے دل اور دماغ کے ساتھ اس سے محبت کرنی چاہئے تھی اور اس کے راستہ میں سب کچھ مٹا کر حقیقی زندگی حاصل کرنی چاہئے تھی، صد حیف کہ وہ انسان حقیقی محبت، اور صحیح معرفت سے محروم ہے، اس لئے زندگی کی اصل لذت سے محروم ہے، حقیقی انسانیت سے محروم ہے، اور افسوس ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس محرومی کا احساس بھی نہیں، آج جس انسان کو خدا کا پرستار ہونا چاہئے تھا وہ دولت کا پرستار اور نفس کا غلام بنا ہوا ہے اور اس کو اس خلاف فطرت غلامی کا احساس بھی نہیں۔

ہر جگہ نفس کا قبضہ ہے

سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حکومت، اندرون حکومت خواہشات کی ہے۔ حکومت پر قبضہ خواہ کسی قوم یا پارٹی کا ہو اور خواہ کوئی صدر یا وزیر ہو مگر در اصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلط ہے، پہلے برطانیہ کے متعلق کہتے تھے کہ اس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا، لیکن آج جس حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ نفس کی خواہش اور من کی چاہت ہے۔

وقت کا فرمان یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے، دل کی آگ بجھائی جائے، چاہے انسانوں کے خون کی نہریں بہتی ہوں، خواہ انسانوں کے اوپر ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے گزرنا پڑے، خواہ قومیں اس راستہ پر پامال ہوجائیں، خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہوجائیں۔

لیکن اس میں ذرا تعجب کی بات نہیں سینکڑوں برس سے جو تعلیم انسانوں کو دی جارہی ہے خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہو یا سینماؤں کے ذریعہ، یا ادب و شاعری کے ذریعہ، جو ہر ملک اور ہر قوم میں رائج ہے، اس کا ماحصل یہی ہے کہ تم من کے رجھ اور نفس کے غلام ہو۔

دوستو! اس زمانے کے سارے انسانوں کی

آبادیاں اس لحاظ سے ایک سطح پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، ملکوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں، چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے لئے بھوک ہڑتال کرنے والے بہت ہیں، مقامی مسائل کے لئے جان کی بازی لگا دینے والے بہت ہیں، لیکن انسانیت کے لئے مرنے والے کتنے ہیں؟ کتنے ایسے ہیں جن کو حقیقی انسانیت کی فکر ہے؟ آج دنیا میں اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں ہے کہ انسانیت کے لئے آواز اٹھائے، سارے کرہ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کے لئے اپنی قربانی دے۔

پیغمبروں کی بے غرضی و بے نیازی

دراصل پیغمبروں ہی کی جرأت تھی، خواہ وہ ابراہیمؑ ہوں یا موسیٰؑ، عیسیٰؑ ہوں یا محمدؐ (اللہ کا درود وسلام ہو ان پر) کہ انھوں نے ساری دنیا کو چیلنج کر کے انسانیت کے خلاف جو بغاوت جاری تھی اس سے روکا، ان کے سامنے دنیا کی لذتیں اور دولتیں لائی گئیں مگر انھوں نے سب کو ٹھکرا دیا، اور انسانیت کے درد میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا، اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کی یہ جماعت، جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے، دنیا کو کچھ دینے کے لئے آئی تھی، دنیا سے کچھ لینے کے لئے نہیں آئی تھی، ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی، انھوں نے دوسروں کے پنپنے کی خاطر اپنے کو مٹایا، انھوں نے دوسروں کی آبادی کی خاطر اپنے گھروں کو اجاڑا، انھوں نے دوسروں کی خوش حالی کے لئے اپنے متعلقین کو فقر وفاقہ میں مبتلا کیا، انھوں نے غیروں کو نفع پہنچایا اور اپنوں کو منافع سے محروم کیا، کیا دنیا کے رہنماؤں میں ایسی بے غرضی اور خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں؟ پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی اور ان کو محسوس کرایا کہ موجودہ زندگی خطرہ کی ہے، جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے اور میٹھی نیند ہی سونا چاہتے تھے، انھوں نے پیغمبروں کی اس دعوت اور تنبیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انھوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا اور ہماری نیند خراب کی۔ لیکن جو گھر میں آگ لگی ہوئی دیکھتا ہے وہ سونے والوں کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو کسی کی نیند پر ترس نہیں آتا۔ پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے، وہ دنیا کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، دنیا کے گمراہ رہنماؤں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مارفیا (MORPHIA) کے انجکشن دیئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلا دیا، مگر پیغمبروں نے انسانوں کو جھنجھوڑا اور غفلت سے بیدار کیا، یہ چھوٹی چھوٹی جنگیں اور لڑائیاں دراصل اسی لئے ہوئیں کہ دنیا سے غفلت دور ہو اور دنیا پر جو تاریکی مسلط ہے وہ ختم ہو انسان حقیقی انسانیت کو سمجھے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت

ہمارے سامنے سب سے زیادہ ممتاز اور سب سے زیادہ واضح اور روشن، سب سے زیادہ بلند مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کا اظہار نہ کریں تو یہ ایک خیانت ہوگی، ہمارا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے اس احسان کو نہ بتلائیں جو انھوں نے انسانیت پر کیا۔

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ ہی اس دنیا کو اکیلا چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے، آپ نے اس حق کا اعلان کیا اور اس آواز کو بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصے سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور جب کوئی آواز سننے میں نہیں آتی تو یہی آواز کانوں میں آتی ہے آج یہ آواز تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی تعلیم اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا، وہ انسانیت کا مشترک سرمایہ ہے جس پر کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی، جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری کا حق نہیں اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہیں اور ہر شخص کا اس میں حصہ ہے۔ جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہے، یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے۔

دوستو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت تھے اور ساری انسانیت آپ کی ممنون ہے، دنیا میں جو کچھ عدل و انصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقیقتوں کو اس وقت تسلیم کیا جا رہا ہے وہ سب آپ کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

دوستو! ہم اس موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں، ہم لوگوں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اتنی ہی پست ہے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خودکشی کی طرف جا رہی ہے، یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے، میں مسجد سے سیدھا اسٹیج پر نہیں آیا بلکہ کتب خانوں کے راستہ سے، مطالعہ کے راستہ سے اور معلومات کے راستہ سے آپ کے سامنے آیا ہوں، آپ میں سے کچھ لوگ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے، میں خود یورپ کو جانتا ہوں۔ ع

تم انگریزی داں ہو، میں انگریز داں ہوں

میں سارے یورپ سے خم ٹھونک کر کہتا ہوں کہ تمہارا پورا نظام زندگی غلط ہے اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے یہ میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات پیغمبروں ہی کے راستہ میں ہے اور دنیا کے لئے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف، دوسری زندگی پر ایمان اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں، یہی ہماری دعوت ہے اور یہی ہماری جد وجہد کا مقصد۔ ؎

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

تذکیر

ہماری تباہی و پریشانی کا حل

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب

امت کی تباہی اور طرح طرح کی پریشانیاں اور مصیبتوں کی اصل وجہ ہماری بدعملی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے (پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ رکوع چہارم) جس کی توضیح مشکوٰۃ شریف کی حدیث باب اشراط الساعۃ میں ہے ان کا حل یہی ہے کہ بدعملی کو دور کیا جاوے بدعملی کی وجہ دو ہیں ایک صحیح علم کا نہ ہونا، دوسرے علم کے موافق عمل نہ ہونا۔

علم حاصل کرنے کا طریقہ:

صحیح علم حاصل کرنے کا حسب ذیل طریقہ ہے۔ (۱) الف: جو لوگ پڑھے ہوئے ہیں وہ معتبر کتابیں دینی علماء سے پوچھ کر دیکھا کریں مثلاً بہشتی زیور، تعلیم الدین، تعلیم الاسلام، حقوق الاسلام، حکایات صحابہ، ایک منٹ کا مدرسہ، حیات المسلمین، جزاء الاعمال، جہاں سمجھ میں نہ آوے نشان لگا دے اور اس جگہ کو کسی عالم سے پوچھ لے۔ (ب) جو علم حاصل ہو اس کو مسجد یا بیٹھک میں کتاب سے سنا دے۔ (ج) اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو بھی بتلا دے (د) جنہوں نے مسجد میں سنا ہے وہ اس کو دھیان میں چڑھا کر گھر والوں کو سنا دیں۔ (ھ) جو کام کرنا ہو اس کا شرعی حکم کریں بستی یا قرب وجوار میں اگر کوئی عالم نہ ہو تو ایسے حالات کو لکھ کر ان کا حکم شرعی معلوم کرلیا کریں اس طرح بہت سے مسئلے معلوم ہو سکتے ہیں۔ (۲) جو لوگ ان پڑھ ہیں وہ کسی مناسب شخص کو اپنے یہاں رکھ لیں کہ وہ دینی کتابیں سنا دیا کرے جس طرح پانی کی ضرورت کے لئے کنوئیں گاؤں اور بستی میں بناتے ہیں اسی طرح دینی کنواں یعنی کسی اہل علم کا نظم کریں۔ (تفصیل اشرف النظام میں دیکھئے)

عمل نہ ہونے کی وجہ:

عمل نہ ہونے کی وجہ روحانی طاقت کی کمی ہے جس طرح انسان کسی مسجد کا راستہ جانتا ہے مگر جسمانی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کے لئے مسجد نہیں جا پاتا اسی طرح دینی باتیں جاننے کے باوجود عمل نہیں کر پاتا، دینی (روحانی) طاقت نہ ہونے کی وجہ سے۔

عمل کی طاقت کس طرح پیدا ہوتی ہے:

عمل کی طاقت پیدا ہوتی ہے محبت یا ڈر کی وجہ سے اس کو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے۔

ہو اگر وقت سحر قصد شکار
رات بھر رہتا ہے تجھ کو انتظار
آنکھ کھل جاتی ہے خود بار بار
اور نماز فجر کا پڑھنا ہے بار

ڈر کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص سردی کی وجہ سے گھر سے نہیں نکلتا مگر حاکم کی طلبی پر فوراً حاضری دیتا ہے خوف وڈر کی وجہ سے عمل ہوتا ہے مشقت کے ساتھ اور محبت کی وجہ سے عمل ہوتا ہے شوق ورغبت کے ساتھ۔

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ (الف) اللہ تعالیٰ کے انعامات سوچے مثلاً انسان بنایا پھر کھانے پینے رہنے سہنے کا انتظام کیا کہ لاکھوں کو میسر نہیں پھر ایمان کی نعمت دی اس کے ساتھ ساتھ دیگر اعمال صالحہ کی اور جسم کے اعضاء کی صحت عطا فرمائی۔ (ب) کوئی وقت مقرر کر کے سو مرتبہ کلمہ طیبہ اور سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرے اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے اور اسی نیت کے ساتھ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر متفرق اوقات میں بلا کسی گنتی کی پابندی کے پڑھے۔ (ج) جو کوئی کام دینی کرے تو یہ نیت رکھے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے مثلاً وضو کرے سلام کرنے کے وقت ایسی نیت رکھے۔ (د) رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ رکھے اسی طرح صحابہ کرام کے حالات اور بزرگان دین کی سیرت وحالات کو پڑھا کرے۔ (ھ) کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے اور ان سے خط وکتابت رکھے۔

اللہ کا خوف پیدا کرنے کے لئے عمل:

(۱) مرنے کو سوچے کہ آخرت کے لئے کیا تیاری کی ہے وہاں کیا کیا اعمال کام آویں گے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے قید خانہ یعنی جہنم کے حالات کو معلوم کرے اور سوچے کہ فرائض کے چھوڑنے اور ناجائز کاموں کے کرنے والے کے لئے یہ سزا ہے، جہنم کا بچھو سانپ کسی کو ڈس لے تو ۳۰ رسال تک زہر کا اثر نہیں اترتا ہے، اہل شرک کے لئے آگ کا ہلکا عذاب جہنم کا یہ ہے کہ آگ کے جوتے پہنائے جاویں گے جن کی گرمی سے دماغ مثل ہانڈی کے کھولے گا، لہٰذا ایسے اعمال سے اہتمام سے بچے جو کفر وشرک تک پہونچانے والے ہیں۔ (۳) اور کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے۔

ان امور پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ہر مومن ولی بن سکتا ہے ہر مسلمان ان امور کا اہتمام کرے تو صلاح وفلاح دارین حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ

اور آج کل کے حالات خاصہ کے لحاظ سے حسب ذیل امور کا بھی بہت زیادہ اہتمام رکھا جاوے۔

(۱) پنج وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام خصوصاً فجر کی نماز باجماعت۔ (۲) فرائض کے بعد یا اور کسی وقت دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اپنی اصلاح اور امت کی اصلاح نیز مسلمانوں کو امن وچین کی زندگی حاصل ہونے کے لئے رو رو کر دعا کرنا اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالے۔ (۳) سورہ اخلاص (قل ہو اللہ احد شریف) سورہ فلق، سورہ ناس تین تین مرتبہ فجر ومغرب کے بعد پڑھنا (۴) ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام جن کو مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور تفصیل سے حیٰوۃ المسلمین، جزاء الاعمال میں موجود ہیں یہ کتابیں حضرت

حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کی ہیں۔ (۵) حکایات صحابہ جو کہ قطب عالم حضرت زکریا صاحب علیہ الرحمۃ کی ہے اس کو پڑھیں۔ (۶) کسی خاص امر اور مشکل کام میں اپنے بزرگوں اور علماء کرام کی طرف رجوع ہونا اور ان سے مشورہ کرنا۔ (۷) اگر کوئی ظلم کرے تو بہتر یہ ہے کہ معاف کردے اور صبر کرے اگر بدلہ ہی لینا چاہتا ہے تو وہ بھی جائز ہے مگر ظلم کا بدلہ لینے میں ظلم کی نوبت نہ آنی چاہئے، مثلاً کسی نے گالی دی اس کا مارنا ظلم ہے یا کسی نے کسی کے بھائی کو مارا پیٹا تو اس کے بھائی کو مارنا پیٹنا ظلم ہے نیز ظلم کا بدلہ لینے کی صورت کو اہل علم سے پوچھ کر اس پر عمل کرے۔ (۸) اپنی حفاظت اور بقا کے جو ظاہری اسباب ہیں قانون شریعت اور قانون حکومت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو اختیار کرے۔ (۹) حقوق الاسلام کو ہر شخص اچھی طرح توجہ سے پڑھے یا سنے اور اس پر عمل کرے، پڑوسیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھیں بالخصوص اگر کوئی پڑوسی غیر مسلم ہو۔ حدیث پاک میں ہے اعلیٰ درجہ کا مسلمان وہ ہے جس سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے۔ روایت کیا اس کو امام مسلم نے۔ (۱۰) ہر نماز کے وقت اپنے اعمال کا محاسبہ یعنی جانچ کرے کہ نیک کام کس قدر ہوئے اور ان پر شکر کرے نیز یہ بھی سوچے کہ برے کام کتنے ہوئے ان کے لئے استغفار کرے اور توبہ کرے۔ توبہ کا طریقہ جاننے والوں سے پوچھ لے۔ (۱۱) بری باتوں سے روک ٹوک کے لئے بھی جماعتی محنت میں لگنا چاہئے، تفصیل ہماری تباہی اور اس کا حل میں دیکھئے۔ (۱۲) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس سے کیا مراد ہے فرمایا نفس کو ذلیل نہ کرنا یہ ہے کہ جس بلا کو سہار نہ کرسکے اس کا سامنا کرے۔ (تیسیر از ترمذی) ف: وجہ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے اس میں تمام وہ کام آگئے جو اپنے قابو کے نہ ہوں بلکہ اگر کسی مخالف کی طرف سے بھی کوئی شورش ظاہر ہو تو حکام کے ذریعہ سے اس کی مدافعت کرو! خواہ وہ خود انتظام کردے خواہ تم کو انتقام کی اجازت دے دیں۔ اور اگر خود حکام ہی کی طرف سے ناگوار واقعہ پیش آوے تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کردو اور پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہو تو صبر کرو اور عمل سے یا زبان سے یا قلم سے مقابلہ مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری مصیبت دور ہو، اور اگر کہیں ظالم لوگ چھوڑ دینے پر نہ مانیں اور جان ہی لینے پر آمادہ ہوں تو مسلمانوں کو مقابلے پر مضبوط ہوجانا ہر حال میں فرض ہے گو کمزور ہی ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حتی الامکان فتنہ وفساد کو امن کے ساتھ دفع کریں اور جو کوئی اس پر بھی سر ہی ہوجائے تو پھر مرتا کیا نہ کرتا۔ (حیاۃ المسلمین)

گناہ کے نقصانات

(۱) گناہ کرنے سے دنیا کی رغبت اور آخرت سے وحشت پیدا ہوجاتی ہے (۲) گناہ کرنے سے ایک دھبہ لگ جاتا ہے جو توبہ کرنے سے مٹ جاتا ہے ورنہ بڑھتا ہی رہتا ہے (۳) گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے (۴) گناہ کرنے سے رزق میں کمی آتی ہے (۵) گناہ کرنے سے اوقات طاعت کے فائدہ ضائع ہوجاتے ہیں (۶) گناہ کرنے سے دل کی مضبوطی اور دین کی پختگی جاتی رہتی ہے (۷) بے حیائی کے افعال واعمال سے طاعون اور ایسی نئی نئی بیماریوں میں مبتلا کیا جاتا ہے جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں (۸) زکوٰۃ نہ دینے سے بارش میں کمی ہوجاتی ہے (۹) ناحق فیصلہ کرنے اور عہد شکنی کرنے پر دشمن کو مسلط کردیا جاتا ہے (۱۰) ناپ تول میں کمی کرنے سے قحط و تنگی اور حکام کے ظلم میں مبتلا کیا جاتا ہے (۱۱) خیانت کرنے سے دشمن کا رعب ڈال دیا جاتا ہے (۱۲) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کرنے پر بزدلی پیدا ہوتی ہے اور دشمن کے دل سے رعب دور کردیا جاتا ہے اس لئے اس حالت میں گناہ کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے خواہ دل کے گناہ ہوں خواہ ہاتھ پاؤں کے خواہ زبان کے پھر خواہ اللہ کے حقوق ہوں خواہ بندوں کے ہوں لیکن ہر گناہ کے توبہ کا طریقہ الگ ہے جس کو اہل علم حضرات سے معلوم کرلینا چاہئے اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن ورحیم ہے کیسا ہی بڑا گناہ ہو توبہ کرنے سے اس کو معاف کردیتا ہے۔

گناہ کبیرہ جن پر وعیدیں آئی ہیں ۵۰ ہیں جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جنت کے بجائے جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(۱) حقارت سے کسی پر ہنسنا (۲) طعن کرنا (۳) برے لقب سے پکارنا (۴) بدگمانی کرنا (۵) کسی کا عیب تلاش کرنا (۶) کسی کی غیبت کرنا (۷) بلاوجہ کسی کو برا بھلا کہنا (۸) چغلی کہنا (۹) تہمت لگانا (۱۰) دھوکہ دینا (۱۱) عار دلانا (۱۲) کسی کے نقصان پر خوش ہونا (۱۳) تکبر کرنا (۱۴) فخر کرنا (۱۵) ضرورتمند کی باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا (۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا (۱۷) کسی کی آبرو پر صدمہ پہنچانا (۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا (۱۹) بڑوں کی عزت نہ کرنا (۲۰) بھوکوں اور ننگوں کی حیثیت کے موافق مدد نہ کرنا (۲۱) کسی دنیوی رنج سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دینا (۲۲) کسی جاندار کی تصویر بنانا (۲۳) کسی کی زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا (۲۴) ہٹے کٹے کا بھیک مانگنا (۲۵) داڑھی منڈوانا یا ایک مشت سے کم پر کتروانا (۲۶) کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا (۲۷) عورتوں کو مردوں کا لباس پہننا (۲۸) مردوں کو عورتوں کا لباس پہننا (۲۹) بدکاری کرنا (۳۰) چوری کرنا (۳۱) ڈکیتی ڈالنا (۳۲) جھوٹی گواہی دینا (۳۳) یتیم کا مال کھانا (۳۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کو تکلیف دینا (۳۵) بے خطا جان کو قتل کرنا (۳۶) جھوٹی قسم کھانا (۳۷) رشوت دینا (۳۸) رشوت لینا (۳۹) رشوت کے معاملہ میں پڑنا (۴۰) شراب پینا (۴۱) جوا کھیلنا (۴۲) ظلم کرنا (۴۳) کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت لینا (۴۴) سود دینا (۴۵) سود لینا (۴۶) سود لکھنا (۴۷) سود پر گواہ بنانا (۴۸) جھوٹ بولنا (۴۹) امانت میں خیانت کرنا (۵۰) وعدہ خلافی کرنا۔

(ماخوذ از حیات المسلمین وجزاء الاعمال)

□□□

ترجمۂ قرآنِ کریم

(جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ کے سمینار میں پیش کردہ مقالہ)

جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی

الحمدلله رب العالمين و سلام الله على سيدنا محمد سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين. امابعد!

قرآن کریم کے ترجموں پر ایک عمومی نظر ڈالنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ لفظ ترجمہ کا مفہوم متعین کرلیا جائے اور ترجمہ کی کونسی قسم ہے جسکو علماء سلف نے روا رکھا ہے، اور احادیث نبویہ سے اشارے ملتے ہیں کہ بعض الفاظ کا مفہوم کسی دوسرے قبیلہ کی بولی میں سمجھنے کے لئے لفظی ترجمہ کردیا جاتا تھا، اور وہ کونسی قسم ہے جسکو علماء نے ناجائز قرار دیا اور قدیم علماء مصر نے ترجمہ کے فن کو ناجائز ہی نہیں بلکہ مترجم کو مشرک اور کافر گردانا ہے۔ پھر آخری شکل جس کا مشاہدہ ہم اپنے زمانے میں کررہے ہیں کہ بلا کسی پس وپیش کے پورے دھڑلے کے ساتھ ترجمے ہورہے ہیں اور کئے جاچکے ہیں اور کوئی جھجک نہیں محسوس کرتا کہ ایک ترجمہ کا اضافہ کردے۔ امام بدرالدین بن محمد بن عبداللہ الزرکشی نے اس موضوع کو سمجھتے ہوئے صحیح بات کہی ہے۔

"معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے جسکو وہ سمجھ سکتی تھی، اس لئے ہر پیغمبر کے لئے پیغام صرف اسی زبان میں بھیجا جس کو وہ سمجھتی تھی اور جو کتاب نازل کی وہ انہی کی زبان میں نازل کی اور یہی نہیں بلکہ اپنی مخلوق کو بھی یہ سمجھ دی کہ اپنے مخاطب سے وہی زبان بولے جو سمجھ سکتا ہو اور بغیر شرح کے اس کا ادراک کرسکتا ہو۔ جہاں تک شرح کا تعلق ہے اس کا مقصد ایسے معنی کو جو ظاہری لفظ سے سمجھ میں نہ آتا ہو یا مشکل سے آتا ہو اس کو واضح کردینا۔ مثلاً آیت کریمہ لا تجعل يدك مغلولة الى عنقك۔ (سورہ بنی اسرائیل) کا مطلب ہے بخل نہ کرو، اس کی شرح کی جائے گی کیونکہ جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے وہ اس محاورے کو نہیں سمجھ سکتے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مخاطب کی عقل وفہم کو دیکھ کر متکلم بہت سے پوشیدہ معانی کو قیاسی شروط میں بیان کرتا ہے یا حذف سے کام لیتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ یہ کہیں کہ فلاں گھر میں آگ لگ گئی تو اس کی تفسیر یہ ہوئی کہ گھر کے اندر جو تھا نابید ہوگیا۔ راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ لیکن کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب آپ نے کہا آگ لگ گئی تو مفہوم ادا ہوگیا۔ اگرچہ ایک لفظ کے معانی تلاش کرنے میں تین قسم کے احتمالات ہیں۔ مجاز، اشتراک، اور التزام تین قسموں سے الفاظ کے معانی حاصل کئے جاتے ہیں جیسے کتاب کا مطلب وقت مقرر ہے، فرض کردہ عبادت ہے، فیصلۂ الٰہی جیسے آپ کہیں ہر کام کے لئے وقت مقرر ہے، یہ تقریباً آپ نے کتاب کے لفظ سے اخذ کیا اور اس کے معنی فیصلہ کے بھی ہیں اور اسی کے معنی نوشتۂ تقدیر کے بھی ہیں یا مجازاً قرآن نے کہا "من كان في هذه اعمى فهو في الآخرة أعمى" دنیا میں جسکو کچھ نہیں دکھائی دیگا آخرت میں بھی کچھ نہ دیکھ سکے گا۔ یا یہ کہے کہ سردی پڑ رہی ہے کمبل خریدلو مطلب یہ ہے کہ کمبل میں گرمی ہے۔ ترجموں کے ذریعہ انہی قسموں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مخاطبین اولین کے لئے بالکل واضح اور کھلے ہوئے تھے جن کو قرآن نے کتاب مبین کہا ہے اور متعدد مقامات پر یہ مفہوم مبین، بیان اور بینہ کے بنیادی معانی پیش نظر رکھے ہیں۔ جہاں تک لفظی ترجمے کا تعلق ہے وہ احادیث نبویہ میں اسباب نزول بیان کرنے کے موقع پر اور کسی واقعہ کے ضمن میں بتائے گئے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ لفظی ترجمہ بھی دیا گیا ہے، صحیح بخاری میں ہے۔

"وقال مجاهد المن صمغة والسلوى الطير" یعنی قرآن کریم میں جہاں آیا ہے "المن والسلوى" تو "من" کا ترجمہ ایک قسم کا گوندیا جما ہوا حلوہ ہے اور "سلوىٰ" کے معنی ایک پرند، یہ لفظی ترجمہ ہوا۔ دوسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے یہ ہے "قال أهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لأهل الاسلام - فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم -(وقولوا آمنا بالله وما أنزل الينا وما انزل الى ابراهيم و اسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط وما اوتي موسىٰ و عيسىٰ وما اوتي النبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون.) (البقرة-۱۳۶)

تو تفسیر وترجمہ کا یہاں بھی ثبوت ملتا ہے کہ عہد رسالت میں اسکا رواج تھا ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے تفسیر، تاویل، ترجمہ کے متعدد معانی کو ایک بحث میں بڑی خوبی کے ساتھ جمع کردیا ہے، موضوع کی مناسبت سے ہم اسکو یہاں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

تفسیر کا مفہوم: تفسیر کے معنی وضاحت اور شرح ہے، جیسے ارشاد فرمایا: "ولا يأتونك بمثل الا جئناك بالحق واحسن تفسيرا" (الفرقان-۳۳) یہاں پر تفسیر کے معنی بیان کرنا اور مختصر چیز کو پھیلا کے دکھانا۔ قاموس میں فسر کے معنی کسی ڈھکی چیز کو کھول دینا اور کسی پوشیدہ چیز کو واضح کرنا تفسیر ہے۔

لسان العرب میں ہے۔ فسر کے معنی شرح ہے یہ باب ضرب۔ ضرب سے آتا ہے فسر یفسر۔ اور نصر۔ ینصر سے آتا ہے۔ معنی ایک ہی ہیں کسی ڈھکی چیز کو کھول دینا اور کسی گرہ کو دور کردینا۔

ابوحیان نے بحرالمحیط میں لکھا ہے کہ گھوڑے کے اوپر سے کجاوہ اور دوسری بھاری اشیا کو نکال دینا تاکہ وہ ہلکا ہوکر تیزی سے بھاگ سکے۔ اسی طرح جو بات انسان کے دل میں ہے اسکو الفاظ کے ذریعہ کھول دینا۔ لہٰذا حسی طور پر اس لفظ کے معنی ہوئے کھولنا، واضح کرنا، گرہ کشائی کرنا، ایک لفظ کے کئی مفاہیم کو سامنے رکھتے ہوئے حسب حال معنی کو بتانا۔

علم تفسیر

الزرکشی نے "البرھان" میں لکھا ہے کہ تفسیر وہ علم ہے جس سے کتاب اللہ کو سمجھا جائے اور اس کے معانی کو واضح کیا جائے اس کی حکمتوں کو بندوں کے سامنے لایا جائے اور جائز ناجائز، حلال و حرام کا تعین کیا جائے۔ جن علماء نے تفسیر کا مفہوم بیان کیا ہے سبھوں کا اشارہ معانی کی طرف ہے۔ لیکن الفاظ کا بھی تفسیر میں بڑا حصہ ہے، خاص طور پر اختلافات قرأت کے موقع پر کیونکہ ایک لفظ ایک جگہ پر کچھ معنی رکھتا ہے، اگر اسکی جگہ دوسری قرأت کو قبول کیا جائے تو معانی بدل جائیں گے جیسے "رأیت ثم رأیت نعیماً وملکا کبیرا" یہاں لفظ ملک کا جو مفہوم ہے، وہ ملک کے مفہوم سے مختلف ہے جیسا کہ بعض قرأت میں آیا ہے "مَلِکا کبیراً" یا جس طرح "حتی یَطْهُرْنَ" کو بعض لوگوں نے "یَطَّهَّرْنَ" پڑھا ہے۔ دونوں کے مفہوم میں تبدیلی ہو جاتی ہے "حتی یَطْهُرْنَ" کا مطلب ہوا جب وہ خواتین مانع صلاۃ سے فارغ نہ ہو جائیں مردان سے رابطہ ازدواج نہ رکھیں۔ اور اگر "یَطَّهَّرْنَ" کی قرأت تسلیم کی جائے تو مطلب ہوگا کہ جب تک کہ وہ نہا دھو کر پاک نہ ہو جائیں جو دوران ایام بھی ہو سکتا ہے اسی طرح رسم الخط میں "أمن یمشی سویا" کو ملا کر لکھا جائے تو اس کا مفہوم الگ کر کے لکھنے والے۔ "أم من یکون علیهم وکیلا" سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ جو لفظ جدا کر دیا گیا وہ "بل" کے معنی میں ہوگا نہ کہ اسم موصول کے معنی میں۔ استاذ محمد حسین ذہبی نے کئی مثالیں اسی طرح کی جمع کی ہیں یہ تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ طاقت بشری کے موجب اس معانی کو سمجھا جائے جو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اگرچہ یہ بات بھی علمی لحاظ سے مکمل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معانی کو کون بتا سکتا ہے ظاہر ہے یہ الفاظ ہی ہیں۔

تفسیر کے بعد تاویل کا لفظ لغت میں بہت معروف ہے اور یہ لفظ "اول" سے مأخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ قاموس میں ہے "آل الیه أولا ومآل" یعنی رجع او ارتد۔ ابوحیان نے اس لفظ کی تشریح یہ کی ہے کہ "اول الکلام تاویلا وتأوله" کا مفہوم دبره، و قدره، وفسره ہے اور تاویل مشاہدات کا واضح کرنا۔ حدیث میں آیا ہے "من صام الدهر فلا صام ولا آل" یہاں پر "لا آل" کا مفہوم "لا رجع" ہے۔ یعنی "لا رجع الی خیر" اس نے کوئی خیر کا کام نہیں کیا پھر لکھا ہے "وأول الکلام وتاوله دبره وفسره۔ "اوله وتاوله" کا مطلب فسره ہوا ہے۔ اس کی دوسرے الفاظ سے بھی تشریح کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ کہیں تفسیر و تعیین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ "فأما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله، وما یعلم تاویله الا الله۔ (آل عمران۔ ۷) اور کہیں انجام کار اور آخری نتیجہ واضح کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے۔ "فان تنازعتم فی شیءٍ فردوه الی الله والرسول إن کنتم تو منون بالله والیوم الآخر ذلك خیرٌ وأحسن تأویلا" (نساء۔ ۵۹) اور سورہ اعراف میں ہے "هل ینظرون الا تأویله" (الاعراف ۵۳) اور سورہ یونس میں ہے بل کذّبوا بما لم یحیطوا بعلمه ولمّا یأتهم تأویله ان دونوں آیتوں میں تاویل کا مفہوم اس چیز کا یعنی قیامت کا آجانا جسکی خبر دی گئی تھی، اور کہیں خواب کی تعبیر مقصود ہے جیسے سورہ یوسف میں ہے۔ وکذلك یجتبیك ربك ویعلّمك من تاویل الأحادیث (یوسف۔ ۶) یا اسی سورہ میں یہ کہا گیا۔ قال لا یأتیکما طعام ترزقانه إلا نبأ تکما بتأویله (یوسف۔ ۳۷) مزید وما نحن بتأویل الأحلام بعالمین۔ (یوسف۔ ۴۴) اور "أنا أنبئکم بتأویله" (یوسف۔ ۴۵) اور ایک جگہ "هذا تاویل رؤیای من قبل" ان تمام آیات میں تاویل کا مفہوم (خواب کی) تعبیر ہے۔ اور کہیں پر یہ لفظ مقصد عمل کا مفہوم رکھتا ہے جیسے "سأنبئك بتأویل مالم تستطع علیه صبراً" (الکهف۔ ۷۸) اور ایک جگہ پر ذلك تأویل مالم تسطع علیه صبرا (الکهف ۸۲) یہ مفاہیم سب قرآن سے ماخوذ ہیں۔

علمائے سلف کے نزدیک تاویل کے دو مفہوم ہیں۔

(الف)

۱۔ کسی بات کی تشریح اور اس کے مفہوم کو واضح کرنا خواہ اس کے ظاہر کے موافق ہو یا مخالف، اسی طرح تاویل و تفسیر آپس میں مرادف ہوئے۔ "الاتقان" میں مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ علماء قرآن کی تاویل جانتے ہیں۔ ابن جریر طبری تفسیر میں کسی آیت کی تفسیر شروع کرتے وقت لکھتے ہیں۔ "القول فی تاویل قوله تعالیٰ کذا و کذا" اور یہ "اختلف التاویل فی هذه الآیة" یہاں تاویل کا مفہوم تفسیر ہوا۔

۲۔ ایک لفظ کا جو صحیح مفہوم ہے اس کو بیان کیا جائے۔ اسی طرح وجود ذہنی اور وجود معنوی اور وجود حسی کا بیان کرنا اور اسکا مفہوم واضح کرنا تاویل ہے۔

(ب)

۱۔ علمائے فقہ علم کلام حدیث اور صوفیائے کرام کے نزدیک تاویل مفہوم ظاہری لفظ سے ہٹ کر اس کے معنوی مفہوم کو بیان کرنا جو کسی دلیل کی بنا پر ہو اصول فقہ اور اختلافی مسائل میں اگر کسی نے کہا کہ یہ حدیث ہے اور یہ نص ہے جسکی تاویل کی ضرورت ہے اور فلاں معنی پر اس کا اطلاق ہوگا یہ تاویل کی ایک نوعیت ہے۔ اور تاویل ایک دلیل کی طلب گار ہوتی ہے۔ لہٰذا تاویل کرنے والے سے دو باتوں کا مطالبہ ہوتا ہے اول یہ کہ اس لفظ کے مفہوم کو بتائے جس کے ذریعہ سے وہ ایک نکتہ بیان کر رہا ہے اور اسکو تفسیر سمجھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ لفظ کے صریح مفہوم کو چھوڑ کر دوسرے لفظ کو اختیار کرنے کا کیا سبب ہوا اسکو واضح کرے۔ بہرحال تفسیر و تاویل کے درمیان فرق اور ان دونوں کے درمیان نسبت اسی عنوان پر علامہ سیوطی نے جو بحث لکھی ہے اس کا خلاصہ زرکشی نے "البرہان" میں دیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ علمائے تفسیر کے درمیان اس بات میں اختلاف رہا ہے کہ آیا تفسیر و تاویل ایک ہی چیز ہے یا الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ اور اس کو ایک بہت پیچیدہ مسئلہ قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ابن حبیب نیشاپوری نے کہا کہ ہمارے زمانے میں ایسے مفسر پیدا ہوگئے ہیں جن سے اگر پوچھا جائے کہ تفسیر و تاویل میں کیا فرق ہے تو وہ بتا نہیں سکیں گے۔ استاد امین خولی نے لکھا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان اختلافات کی جڑ یہ ہے کہ قرآن نے لفظ تاویل کا استعمال کیا ہے اور اسکو علمائے اصول فقہ نے خاص مفہوم دے دیا اور علمائے علم کلام نے بھی اپنے نقطہ نظر سے اس کا ایک مفہوم متعین کیا۔ لہٰذا تاویل ایک مستقل صنف ہے۔ پھر بھی اس سلسلہ میں جو کہا گیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) ابوعبیدہ اور ان کے ساتھ علمائے تفسیر کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ تفسیر اور تاویل ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں یا دونوں مترادف ہیں، قدیم مفسرین کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ تھی۔

۲۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ تفسیر تاویل سے زیادہ عام ہے۔ تفسیر الفاظ کی ہوتی ہے اور تاویل معانی کی۔ جیسے تاویل الرؤیا۔ خواب کی تعبیر اور تاویل زیادہ تر آسمانی کتابوں کے معانی متعین کرنے کے لئے لوگ بولا کرتے ہیں اور تفسیر زیادہ تر مفرد الفاظ کا مفہوم بتانے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور تاویل زیادہ تر جملوں کی شرح کرتا ہے، اور تفسیر غریب الفاظ کے معنی متعین کرتا ہے۔ جیسے بحیرہ، سائبہ وصیلہ، یا متکلم کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے جیسے "اقیموا الصّلاة وآتو الزّکاة" یہاں پر دونوں شرعی اصطلاحیں ایک خاص مفہوم رکھتی ہیں جو لغت کے اصل مفہوم سے مختلف ہیں یا ایسا کلام جسکا تعلق کسی قصہ یا واقعہ سے ہو اور جب تک کہ وہ پوری صورتحال سامنے نہ ہو مفہوم متعین نہ کیا جا سکتا ہو جیسے "انما النسی، زیادة فی الکفر" اب "نسیئ" کا لفظ ایک خاص صورتحال متعین رواج سے متعلق ہے جب تک کہ اسکو سامنے نہ لایا جائے "نسیئ" کا مفہوم ادا نہیں ہوگا۔ یا سورہ بقرۃ میں "ولیس البرّ بأن تأتوا البیوت من ظهورها" اب گھر کے پیچھے سے آنا ایک خاص رواج کی طرف اشارہ کرتا ہے، جبتک کہ اس کا علم نہ ہو اس آیت کی تفسیر نہیں ہو سکتی۔

لیکن تاویل کبھی عمومی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی خاص معنوں میں جیسے لفظ "کفر" سے مراد بالکلیہ انکار ہے اور کہیں اللہ کے پیدا کرنے سے انکار ہے۔ ایمان کبھی تصدیق مطلق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی دین حق کے استعمال میں اور کبھی ایسے لفظ کی شرح میں جس کے کئی معنی ہیں۔ جیسے "وجد" تو کبھی محنت، کہیں کوشش اور کہیں فکر مندی اور کہیں مطلق وجود کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

فصل دوم:

قرآن کی تفسیر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں

اس وقت ہم لوگوں کے سامنے یہی موضوع ہے اور اسی کو ترجمہ کہتے ہیں۔ لہٰذا پہلے ہمیں ترجمہ کا مفہوم متعین کرنا ہے۔ اور یہ دیکھنا ہے کہ اسکی کتنی قسمیں ہو سکتی ہیں اور اس کے بعد دیکھیں گے کہ کونسی قسم قرآن مجید کے سلسلہ میں روا رکھی گئی ہیں۔

لغت میں ترجمہ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔

۱۔ بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا کہ اصل مفہوم کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے اسکو بعینہ دوسری زبان میں استعمال کرنا اس طرح کہ ایک زبان میں جو لفظ مبتدا ہے۔ وہ دوسری زبان میں بھی مبتدا رہے جو یہاں خبر رہے وہ وہاں بھی خبر رہے اور بعینہ اس لفظ کا مترادف لفظ استعمال کیا جائے۔

۲۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایک بات کی تشریح کی جائے جیسا کہ ہم تفسیر کے معانی کے سلسلہ میں وضاحت کر چکے ہیں۔ تاج العروس میں لکھا ہے "الترجمان المفسر للسان" یعنی ترجمان اسکو کہتے ہیں جو ایک زبان میں کہی ہوئی بات کو دوسری زبان بولنے والوں کے سامنے کھول کر بتا دے۔ جوہری نے لکھا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں لفظ کا نقل کر دینا ترجمہ ہے۔ اسی طرح ترجمہ کی دو شکلیں ہوئیں۔

لفظی ترجمہ۔ اور معنوی ترجمہ:

معنوی ترجمہ کو اردو میں با محاورہ ترجمہ کہتے ہیں۔ لفظی ترجمہ کا تقاضہ ہے کہ ہر لفظ کی جگہ پر اس کا ہم معنی لفظ لایا جائے۔ اور جو حرف جر یا اسم یا فعل یا فعل کا جو صیغہ ایک زبان میں ہے۔ بعینہ دوسری زبان میں پیش کیا جائے۔ اور ترجمہ تفسیر جسکو با محاورہ ترجمہ اردو میں کہتے ہیں۔ اس میں اصل کی لفظی رعایت نہیں کی جاتی۔ اور نہ نحوی ترکیب کو منتقل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور تمام معانی جو قرآنی لفظ میں داخل ہیں ان سب مفاہیم کو ترجمہ کی زبان میں منتقل نہ کیا جا سکتا ہے اور نہ کیا جائے۔

قرآن کا لفظی ترجمہ:

اس کی دو شکلیں ہیں ترجمہ بالمثل اور ترجمہ بغیر المثل

ترجمہ بالمثل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے ترتیب بیان (جسکو عربی میں نظم کہتے ہیں) کی رعایت اس درجہ رکھی جائے کہ ہر آیت کا مفہوم ایک جملہ میں نقل کیا جائے۔ مفرد کی جگہ مفرد، جمع کی جگہ جمع، صیغہ مبالغہ کی جگہ کسی لفظ کے اضافہ کے ساتھ اس کے وسیع مفہوم کو بتایا جائے۔ اس طرح کہ ترجمہ قرآن ایک طرح کا قرآن بن جائے، اور یہ ناممکن ہے، کیونکہ قرآن کا نزول دو بنیادی مقاصد کے لئے

ہوا ہے۔

۱۔ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور انسان کے لئے اس جیسا کلام لانا ناممکن ہے خواہ جن وانس دونوں اکٹھا ہو کر اس کی کوشش کریں۔

۲۔ لوگوں کو بتلانا کہ ان کی دنیا وآخرت کے لئے کیا بات بہتر ہے اور کیا بات بہتر نہیں ہے۔

تو پہلا مقصد تو ترجمہ سے ظاہر نہیں ہو سکتا کہ قرآن کی جلالت شان بلاغت وبیان کو ترجمہ کے ذریعہ سمجھا نہیں جا سکتا۔ اور جہاں تک دوسری ضرورت ہے کہ قرآن سے دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل کی جائے، یہ ایک زبان سے دوسری زبان میں نقل کیا جا سکتا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ دنیا میں اربوں کی تعداد میں مسلمان جو عربی زبان نہیں جانتے ہیں۔ احکام الٰہی سے ترجمہ کے ذریعہ واقف ہو جاتے ہیں۔

لفظی ترجمہ بغیر المثل کا مفہوم یہ ہے کہ ترجمہ کے الفاظ قرآن کریم کے پورے پورے معانی پر صادق آئیں یہ کام بھی قرآن کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ دوسری زبان میں قرآن کو پیش کیا گیا البتہ ترجمہ کی وہ شکل جائز اور مباح ہے، اور کہیں پر دینی مصلحت کا تقاضہ ہے کہ اس سے کام لیا جائے وہ ہے ترجمہ بغیر المثل۔

علماء نے لفظی ترجمہ کو ناجائز قرار دیا اور علماء مصر نے اس پر کفر کا فتویٰ بھی جاری کیا۔ لیکن اس کی ایک دوسری شکل ظاہر کی گئی کہ قرآن کے جو معانی تفسیروں میں آئے ہیں ہم ان کا ترجمہ کر رہے ہیں اس لئے کہ قرآن کریم کے الفاظ کے مفاہیم ہمیں عربی ہی سے ملتے ہیں۔ لہٰذا تفسیر میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اسکو دوسری زبان میں منتقل کرنا ترجمہ تفسیریہ کہا جائے گا۔ اور معاصر علمائے تفسیر نے کسی ترجمہ کو ترجمۃ القرآن نہیں کہا ہے بلکہ وہ ترجمہ معانی القرآن کہتے ہیں یعنی قرآن کے جو معانی سلف نے متعین کر دیئے ہیں اس کا ترجمہ اور اس بنا پر جو ترجمہ جہاں کئے گئے اس کو جائز قرار دیا گیا۔

فصل سوم :

قرآن کے ترجمے

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ قرآن کا ترجمہ نہیں ہوتا بلکہ قرآن کریم کی تفسیر کا ترجمہ ہوتا ہے، اور یہ ترجمہ یورپ کی ایک سو گیارہ زبانوں، ایشیاء کی تیس زبانوں اور دوسرے علاقوں میں دو دو چار چار کئے گئے ہیں جنکی تفصیل مرحوم ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ نے اپنی فرنچ تفسیر کے مقدمہ میں حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی ہے۔ اور اس سے پہلے ۱۳۴۱ھ میں اردو زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "القرآن فی کل لسان" اس کا ذکر مرحوم نے کئی جگہ پر کیا ہے۔ مگر اصل کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ پاکستان کے ایک اردو رسالہ "سیارہ ڈائجسٹ" نے ایک قرآن نمبر شائع کیا تھا اس میں اردو کے تین سو ترجموں کے نام تھے۔ عام طور پر یہ ترجمے جو ہمارے سامنے ہیں وہ چار قسموں کے ہیں۔

۱۔ احادیث سے جو لفظی ترجمہ روایت کئے گئے ہیں ان کی مستقل علیحدہ صنف ہے۔ جسکو محمد حسین ذہبی نے "تفسیر القرآن فی الاحادیث النبویہ" کے طور پر جمع کر دیا ہے جو کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ صحاح اور سنن کی کتابیں سامنے رکھ کر باب التفسیر سے حدیثوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

۲۔ قرآن کریم کی وہ تفسیریں جو یہود و نصاریٰ کے وہ دانشور جو مشرقی علوم کا اپنے آپ کو ماہر کہتے ہیں اور جن کے لئے ہم مستشرقین کا لفظ استعمال کرتے ہیں ان کے ترجمے بھی کم نہیں ہیں۔ اور ان کا مقصد قرآن کو سمجھنے والے عام انسان اور قرآن کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنا ہے تاکہ وہ قرآن کے مفاہیم کو غلط معانی میں قبول کرے۔ لیکن پورے قرآن کے ساتھ یہ تصرف نہیں ہے۔ بلکہ بعض آیات میں تصرف اس طرح کیا ہے کہ قرآن کی نافعیت محدود ہو جائے۔ مثال کے طور پر "رب العالمین" کا ترجمہ عالم انس، عالم جن اور عالم حیوانات کا رب کیا ہے تاکہ قرآن کریم کو سارے عالم کا اور ہر زمانہ کے لئے نوشتۂ ہدایت نہ سمجھا جائے یہ ایک مستقل بحث ہے جسکو راقم نے اپنی کتاب "ترجمات معانی القرآن و تطور فهمه عند الغرب" میں آج سے پندرہ سال پہلے مرتب کیا تھا۔ جسکا چوتھا ایڈیشن رابطہ عالم اسلامی نے شائع کیا ہے۔

موضوع کے لحاظ سے مجھے قرآن مجید کے کسی ایک ترجمہ کو سامنے رکھ کر اس کی خصوصیات بیان کرنا ہے اور اس کے لئے میں حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کے ترجمے کی کچھ خصوصیات اور چند نمونے پیش کرتا ہوں جو میرے اس مقالہ کا انشاء اللہ حاصل ہوگا۔

حضرت تھانویؒ ترجمہ قرآن میں تفصیلی انداز کے تابع ہیں جو تمام علماء کے نزدیک قابل قبول ہی نہیں بلکہ موجب اجر وثواب بھی ہے۔ اور وہ کسی آیت کے ترجمہ کے وقت یا کسی لفظ کے ترجمہ کے وقت پورے قرآن کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر تمام مترجمین نے "بقرۃ" کا ترجمہ یا تو گائے کیا ہے یا بچھڑا۔ مولانا تھانویؒ نے اس کا ترجمہ بیل کیا ہے کیونکہ آگے اس جانور کی صفت جسکو ذبح کرنے کا حضرت موسیٰؑ نے حکم دیا تھا یہ بتائی گئی ہے۔

"لا ذلول تثیر الأرض ولا تسقی الحرث"

(وہ نہ تو ہل میں چلا ہوا ہو جس سے زمین جوتی جاوے، اور نہ اس سے زراعت کی آبپاشی کی جائے)

اور یہ کام بیل کا ہو سکتا ہے بچھیا یا گائے کا نہیں۔ دوسرے مترجمین کو یہ نظر آیا کہ بیل "ثور" کا ترجمہ ہے نہ کہ بقرہ کا اس کی جمع "بقر" ہے اور تائے وحدت کے اضافہ سے بقرہ ہو گیا ہے جیسے آیا ہے "إنَّ البقر تشابه علینا" (کیونکہ ہم کو اس بیل میں قدرے اشتباہ ہے) بیل ایک دوسرے سے یکساں نظر آتے ہیں حضرت تھانوی کے علاوہ کسی نے بقرہ کا ترجمہ بیل نہیں کیا۔

ایک دوسری آیت ملاحظہ ہو۔ قیامت کے روز جب مخلوق خدا اللہ جل جلالہ کی پیشی میں حاضر ہوں گے تو اس کا پورا کردار کھل کر سامنے آجائیگا دنیا میں اس کے کردار کو پوشیدہ رکھنے کی گنجائش ہوتی

ہے، گویا کہ اس پر ایک قلعی چڑھی ہوتی ہے قیامت کے روز وہ قلعی کھول دی جائے گی تو صرف اصل تانبہ نظر آئے گا۔ اور قلعی پرانی ہونے کی وجہ سے کھلتی ہے۔ اب ملاحظہ ہو۔ "یوم تبلی السرائر" (جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی) اتنا با محاورہ واضح اصل لفظ کا ترجمان کوئی دوسرا ترجمہ نہیں دیکھا گیا۔ یوں حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ کا ترجمہ ان خصوصیات کا حامل ہے اور اس میں محاورہ کی برجستگی کے ساتھ رعایت رکھی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون نے اپنی سلطنت کے تمام ساحروں کو اکٹھا کیا اور ان ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آگئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا انعام ملے گا۔

قالو لفرعون ائنّ لنا لاَجراً ان کنا نحن الغالبین۔ (الشعراء۔۴۱)

(پھر جب وہ جادوگر فرعون کی پیشی میں آئے) تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آگئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا۔

اس کے بعد قرآن نے بیان کیا کہ فرعون نے کہا:

قال نعم وانکم اذاًلمن المقربین۔ (الشعراء۔۴۲)

فرعون نے کہا ہاں اور (مزید برآں) تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔

قال لهم موسیٰ القوا ما أنتم ملقون۔ فألقو حبالهم و عصیهم وقالوا بعزة فرعون انا لنحن الغالبون۔ (الشعراء۔ ۴۳۔۴۴)

موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو (میدان میں) ڈالو۔ سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بے شک ہم ہی غالب آویں گے۔

یہاں پر حضرت شاہ عبد القادرؒ نے "بعزۃ فرعون" کا ترجمہ جو کیا ہے وہ بہت ہی دیدہ وری، قرآن سے شغف اور دونوں زبانوں سے یکساں واقفیت کا مظہر ہے ساحروں نے کہا کہ ہم فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب آئیں گے۔ یہاں پر "العزۃ" کا ترجمہ "اقبال" سے کرنا ایک غیر معمولی جمال لفظی اور معنوی کا حامل ہے۔ دوسرے مترجمین نے ایسے موقع پر "بعزۃ" کی 'ب' کا ترجمہ مدد کیا ہے کہ فرعون کی مدد سے ہم غالب آئیں گے اور کسی نے کہا ہے کہ فرعون کی بڑائی کی قسم ہم غالب آئیں گے شاہ صاحب نے کہا کہ فرعون کے اقبال سے ہم ہی کامیاب ہوں گے۔ مولانا تھانویؒ نے "ب" قسمیہ کا ترجمہ یہی لیا ہے لیکن لفظ قسم کو بھی چھوڑا نہیں ہے۔

غرض یہ کہ حضرت شاہ عبد القادرؒ کی پیروی کسی نے کی ہے اور تمام لفظی رعایتیں ملحوظ رکھی ہیں اور پورے قرآن کو سامنے رکھتے ہوئے جو مفہوم متعین کیا ہے اس میں وہ منفرد ہیں، عربی زبان کے ساتھ اردو کا ادبی جمال اور روزمرہ کی بولی کا حق حضرت تھانویؒ نے اس درجہ ملحوظ رکھا ہے کہ متن کی اصل فضا سامنے آجاتی ہے۔ اب دیکھئے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں جہاں یہ آیا ہے کہ ان کے بھائی حضرت یوسف کو اندھے کنویں میں ڈال کر گھر آئے اور اپنے والدین کے سامنے رپورٹ پیش کی کہ :۔

قالوا یاآبانا انا ذهبنا نستبق وترکنا یوسف عند متاعنا فأکله الذئب. (یوسف۔۱۷)

کہنے لگے ابا! ہم سب تو آپس میں دوڑنے لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا۔ پس ایک بھیڑیا ان کو کھا گیا۔

وہاں وہ کہتے ہیں:

وما انت بمومن لنا ولو کنا صادقین۔ (یوسف۔۱۷)

اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم (کیسے ہی) سچے ہوں۔

اس طرح کے بے تکلف گفتگو کا ترجمہ آپ پڑھیں گے تو محسوس ہوگا کہ خود قاری اس ماحول میں پہونچ گیا ہے۔ اور اس کے سامنے یہ ہو رہا ہے اسی طرح حضرت یوسفؑ کا ایک انتہائی کشمکش کی حالت میں پیچیدہ صورت سے دوچار ہونا ایک طرف ان کی پرہیزگاری، مقام نبوت کی پاکدامنی، صداقت شعاری اور دوسری طرف ایک ناخدا ترس ہاتھوں سے ان کی بے عزتی کا انتظام۔ اس کا صرف ترجمہ سنئے۔

واستبقا الباب وقدّت قمیصه من دبر والفیاسیدها لدا الباب. قالت ماجزآء من أراد بأهلك سوءً الا ان یسجن أو عذاب الیم. قال هی راودتنی عن نفسی وشهد شاهد من اهلها، ان کان قمیصه قد من قبل فصدقت وهو من الکاذبین. وان کان قمیصه قدمن دبر فکذبت وهو من الصادقین. فلما را قمیصة قدمن دبر قال إنه من کیدکن، ان کیدکن عظیم. یوسف أعرض عن هذا، واستغفری لذنبك، انك کنت من الخاطئین. (یوسف۔۲۵۔۲۹)

اور دونوں (آگے پیچھے) دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا، اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا (عورت) بولی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی دردناک سزا ہو (یوسفؑ نے) کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب (نکالنے) کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتہ اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے، سو جب ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے۔ بیشک تمہاری چالاکیاں غضب ہی کی ہیں اے یوسفؑ اس بات کو جانے دو۔ اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ بیشک سرتاسر تو ہی قصوروار ہے۔

☆☆☆

تراجم قرآن کریم

(جامعہ گلزار حسینیہ اجرارہ کے سمینار میں پیش کردہ ایک مقالہ)

مولانا سید سلمان الحسینی

ہم سب کا عقیدہ و ایقان ہے کہ قرآن پاک معجزات الٰہی کا ایک شاہکار ہے، اور اس کا سب سے نمایاں اور عربوں کو ششدر و مسحور کر دینے والا اعجاز اس کی زبان و ادب کا اعجاز ہے، عربی زبان ام اللغات ہے یا نہیں، سیدۃ اللغات "زبانوں کی رانی" تو ہے ہی۔

قرآن کریم کی آیات کے لفظ و آہنگ، جملوں اور ترکیبوں، نئے طرز کے قافیوں یا اختتامیوں اور اس کی ترتیل و تجوید کے لحن اور لہجوں نے عربوں کو دیوانہ کر دیا تھا، دوسری طرف ضد، ہٹ اور عناد کی دیوانگی نے انہیں صاحب قرآن کو اپنے ضمیر کے خلاف دیوانہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما و عدوا"۔

حقائق کو تسلیم کرنے والے، احساسات کی بے ساختگی کا اظہار کرنے والے، اور تاثر و انفعال کی زبردست کیفیت کو کسی خارجی مصنوعی عمل سے نہ دبانے والے، اس دلکش و حیرت انگیز کلام سے کیا اثر لیتے تھے، ذرا اندازہ کیجئے۔

"الله نزل أحسن الحديث كتابا متشابها مثاني، تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله۔ يبكون ويزيدهم خشوعا۔

اذا ذكر الله وجلت قلوبهم واذا تليت عليهم آياته زادتهم ايمانا۔

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا، ایک ملتی جلتی اور یکساں تحریر جو بار بار پڑھی جاتی ہے (اور سیری نہیں ہوتی) جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں میں رقت پیدا ہوتی ہے اور جسم سکون پاتے ہیں۔ وہ روتے ہیں، اور ان کی رقت میں اضافہ ہوتا ہے جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف سے کانپ جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیت پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔

اس اثر انگیز، دلربا، ساز دل کو چھیڑنے اور دکھتی رگ پر انگلی رکھنے کی معجزانہ قدرت رکھنے والے کلام پر منفی تبصرہ ولید بن مغیرہ کیلئے کتنا مشکل تھا!

"فقُتل كيف قدّر، ثم قُتل كيف قدّر، ثم نظر، ثم عبس و بصر، ثم ادبر و استكبر فقال ان هذا الا سحر يؤثر ان هذا الا قول البشر۔"

خدا کی اس پر مار پڑے، کیسے اس نے اندازے لگائے پھر اسکا ناس ہو کیسے منصوبے بنائے، پھر سوچ بچار کیا، پھر منہ بسورا، اور مکدر ہوا، پھر پیچھے ہٹا، اور تکبر کا شکار ہوا اور کہا: یہ تو بس ایک جادو ہے جو کہیں سے لیا جا رہا ہے، یہ تو صرف انسانوں کی بات ہے۔ اور سوائے "جادو"، ایک پُر اسرار، پر ہیبت، نفسیاتی شکست کا غماز، لا علاج، بے مقابلہ، اور عجز و درماندگی کی علامت کے علاوہ کوئی سہارا اور پناہ الفاظ لغت، اور زبان و ادب کے ماہر، عربوں کے پختہ کار شاعر، نکتہ سنج، ولید بن مغیرہ جیسے ادیب و نقاد کو نہ ملی۔

مفردات کا انتخاب، جملوں کی ساخت اور صوت و آہنگ، ان سب نے شعراء اور خطباء کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا تھا۔

ان عليه لطلاوة وان فيه لحلاوة، وان اعلاه لمثمر وان اسفله لغدق، وانه يعلوولا يعلى عليه۔

ترجمہ: اس میں ایک تازگی اور تراوٹ ہے، اس میں شیرینی و حلاوت ہے، اس کی شاخیں ثمر بار ہیں، اس کی جڑیں سیراب ہیں، وہ سربلند ہوگا، اس پر کوئی غالب نہیں آئے گا۔

اعجاز قرآن کے موضوع پر لکھنے والوں نے ادب و بلاغت کے ستاروں پر کمندیں ڈالیں، کہکشاؤں کو شکار کیا، پھر بھی اعجاز قرآن کا حق ادا نہ کر سکے۔

ایسے کلام کا ترجمہ کیا انسانی صلاحیتوں سے ہو سکا ہے؟ ایک زمانہ تک یہ بحث چھڑی رہی کہ قرآن کا ترجمہ جائز بھی ہے یا نہیں، حالانکہ اصل تو یہ ہے کہ یہ ممکن ہے بھی یا نہیں، جس قرآن کو پڑھنے والا اور سننے والا بیساختہ جھومنے لگتا تھا اور صاحب ذوق کا حال اب بھی یہی ہے، اس کی روح وجد کرتی، اور مست و بے خود ہو جاتی تھی، تاثر کیف و انبساط بھی ہوتا تھا، اور ذوالجلال والاکرام کے تصور جلال سے آنکھیں نم بھی ہو جاتی تھیں، اس کے رعب و ہیبت سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر اس کے جمال محبت اور رأفت و رحمت سے دل اس کی طرف کھنچے جاتے اور ایک سکون و تسلی کی کیفیت وجود پر چھا جاتی تھی۔

اس کے ترجمہ میں جب تک اس کیف و سرور، نشہ و مستی، جذب و شوق، دلپذیری اور اثر انگیزی کی کوئی جھلک نہ ہو، اس کو سن کر جب تک طبیعت جھوم نہ جائے، اس کے الفاظ، ان کی ترکیب، ان کی نغمگی اور صوت و آہنگ جب تک ساز دل کو نہ چھیڑے اس وقت تک قرآن کے اولین اعجاز کی کیسے ترجمانی ہو۔

قرآن پاک کے مضامین، احکام و قوانین، قصص و مواعظ کی اردو زبان میں ترجمانی کی گئی ہے، تحت اللفظ ترجمہ کا کمال بھی دکھایا گیا ہے، الفاظ کی مکمل رعایت کے ساتھ سلیس ترجمے بھی کئے گئے ہیں، اور مضمون و مفہوم کو ادا کرنے کے لئے با محاورہ ترجمہ یا ترجمانی کی کوششیں بھی ہوئی ہیں، ترجمے ادیبوں، ناقدوں اور قلم کے بادشاہوں کے بھی ہیں، اور باوقار علماء، مصلحین امت اور داعیان دین کے بھی!

مجھ کم سواد کو ابھی تک کوئی ترجمہ ایسا نہ ملا، جس میں ادب و زبان کا وہ جوش و خروش، وہ رنگ و روغن، وہ تاثیر و جادوگری، وہ دلکشی و رعنائی ہو کہ قاری اس کو پڑھے اور جھومے، اسے شعر کی لذت بھی حاصل ہو اور نثر کی تاثیر بھی۔

ابوالکلام اور عبدالماجد دریابادی جیسے ادیب و بلیغ بظاہر اس کی قدرت رکھتے تھے، لیکن جلیل القدر علماء کرام کے ماضی کے ترجموں کے پس منظر، اور کام کی نزاکت، وقت اور پابندیوں نے ان کے قلم پر بھی لگام لگا دی، اور سنبھل سنبھل کر وہ اس وادی سے گزرے۔ قرآن کے منظوم ترجموں کی بھی کوشش کی گئی لیکن وہ عام تراجم کو منظوم کرنے سے آگے نہ بڑھ سکیں۔

قرآن پاک کی بعض آیات کی تفسیر و تشریح میں مفسرین کو دقتیں پیش آئی ہیں، مترجمین کو بھی لا محالہ ان دشواریوں کا سامنا ہوا ہے، ذیل میں بعض آیات کریمہ اور ان کے تراجم کے نمونے ملاحظہ فرمائیں اور محسوس کریں کہ کس کا ترجمہ دل و دماغ کو زیادہ اپیل کرتا ہے، اور امت کے اکثر افراد کو (ظاہر ہے کہ بات اردو دانوں کی ہو رہی ہے) مطمئن کرتا ہے۔

مثلاً سورۂ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے تراجم پر نظر ڈالیں۔

﴿وقالت طائفة من أهل الكتاب آمنوا بالذى أنزل علىٰ الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلّهم يرجعون ولا تؤمنوا إلّا لمن تبع دينكم قل إنّ الهدى هدى الله أن يؤتى أحد مثل ما أوتيتم أو يحاجّوكم عند ربّكم قل إنّ الفضل بيد الله يؤتيه من يّشاء والله واسع عليم﴾ (سورۃ آل عمران آیات نمبر ۷۲-۷۳)

اور کہا ایک قوم نے یہودیوں سے مصلحت کر کے اپنے لوگوں کو کہ ایمان لاؤ اور اس چیز پر جو اترا ہے مسلمانوں پر یعنی قرآن شریف پر ایمان لاؤ چڑھتے دن، اور منکر ہو جاؤ اترتے دن، شاید کہ مسلمان اس تدبیر سے پھر جاویں اپنے دین اسلام سے (۷۲) اور نہ مانیو اور سچ نہ جانیو مگر اسی کو جو چلے تمہارے دین پر یعنی سوائے دین یہود کے اور کسی دین کو نہ مانیو۔ اب خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اپنے حبیب کو کہ تو کہہ اے محمد یہودیوں کو کہ مقرر ہدایت اور دین اچھا وہی جو ہے دین خدائے تعالیٰ کا اور ہدایت ہے اس کی طرف سے پھر یہ بات یہودی اپنی قوم کو کہتے ہیں کہ سوائے یہودی دین کے کسی دین والے پر یقین نہ لاؤ اور نہ مانو۔ یہ کہ دیا ہے کہ کسی شخص کو جیسا کچھ تم کو ملا ہے علم اور بزرگی یعنی جیسا تم کو دین اور علم اور بزرگی خدائے تعالیٰ سے ملی ہے ایسی کسی کو نہیں ملی اور یہ بھی نہ مانو کہ مقابلہ کریں اور جھگڑیں تم سے مسلمان تمہارے پروردگار کے آگے، اب خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہہ اے محمد ﷺ انکو کہ بیشک بزرگی اور سرداری خدائے تعالیٰ کے ہاتھ ہے، دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور خدائے تعالیٰ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے۔

(بحوالہ تفسیر موضح القرآن، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی در طبع رزاقی واقع کانپور طبع شد)

"اور کہا ایک جماعت نے اہل کتاب سے ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے اور پر ان لوگوں کے کہ ایمان والے ہیں اول دن کے اور کافر ہو جاؤ آخر دن کے شاید کہ وہی پھر جاویں، اور مت مانو مگر واسطے اس شخص کے کہ پیروی کرے دین تمہارے کی کہہ تحقیق ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہے یہ کہ دیا جاوے کوئی شخص جیسا دئے گئے ہو تم یا یہ کہ جھگڑا کریں کہ تم سے نزدیک رب تمہارے کے کہہ تحقیق فضل بیچ ہاتھ اللہ کے ہے دیتا ہے جسکو چاہے اور اللہ تعالیٰ کشائش والا جاننے والا ہے۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ الدھلوی صفحہ ۷۱)

(مجمع البحوث العلمیۃ الاسلامیہ ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سینٹر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵)

اور کہا بعض اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے تمہارے دین پر کہہ دے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اور سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو کیوں مل گیا جیسا تم کو ملا تھا یا وہ غالب کیوں آ گئے تم پر تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جو کچھ چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے خبردار۔ (ترجمہ تفسیر عثمانی ص ۷۵)

اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کیا گیا ہے مسلمانوں پر (یعنی قرآن پر) شروع دن میں اور (پھر) انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا وہ پھر جاویں اور (صدق دل سے) کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو، (اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت اللہ کی ہے، ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا وہ لوگ تم پر غالب آ جاویں گے تمہارے رب کے نزدیک اے محمد (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اسکو جسے چاہیں عطا فرما دیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے خوب جاننے والے ہیں۔"

(تفسیر بیان القرآن، مترجم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب" سورہ آل عمران ۷۲-۷۳)

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۷۲،۷۳۔

ترجمان القرآن:

اور (دیکھو) اہل کتاب میں ایک گروہ ہے جو کہتا ہے (مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے) ایسا کرو کہ صبح ان کی کتاب پر ایمان لے آؤ، شام کو انکار کردو، اسطرح عجب نہیں وہ (لوگوں کو اسلام سے پھرتے ہوئے دیکھ کر خود بھی) پھر جائیں۔ آیت ۷۲۔

اور (وہ آپس میں کہتے ہیں دیکھو!) ان لوگوں کے سوا جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والے ہوں اور کسی کی بات نہ مانو (اگرچہ وہ کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ کہتا ہو۔ اے پیغمبر) تم ان لوگوں سے کہہ دو، ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے (اور وہ کسی خاص گروہ اور نسل کی میراث نہیں ہے کہ اور کسی کا اس میں حصہ نہ ہو جو انسان بھی اس پر چلے گا ہدایت یافتہ ہوگا) (اور وہ کہتے ہیں) یہ بات بھی کہ نہ مانو جیسا کچھ دین تمہیں دیا گیا ہے وہ کسی دوسرے انسان کو ملا ہو۔ یا یہ کہ تمہارے پروردگار کے حضور تمہارے خلاف کسی کی حجت چل سکتی ہو، (اے پیغمبر) تم ان لوگوں سے کہو، فضل و بخشش تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے مالا مال کردیتا ہے وہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا (اور اہل و نااہل کو) جاننے والا ہے۔ آیت ۷۳۔

سورہ المائدۃ کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ بھی دیکھیں۔

اور اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ جو کچھ ایمان والو پر اتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ۔ تا کہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں (۷۲) سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو، آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو) کہ کوئی اس جیسا دیا جائے جیسا تم دیئے گئے ہو، یا یہ کہ یہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے اسے دے، تو اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ (۷۳) (ماخوذ۔ قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر مولانا محمد جونا گڈھی (شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس سعودی عربیہ)

اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان والوں پر جو نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور دن کے آخر میں اس سے انکار کر بیٹھو۔ عجب کیا کہ (وہ بھی) پھر جائیں اور واقعی میں بجز اس کے کہ جو تمہارے دین کا پیرو ہو اور کسی پر ایمان نہ لاؤ۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے اور یہ سب اس غصہ میں کر رہے ہو کہ کسی اور کو وہ چیزیں مل گئی جو تمہیں ملی تھی یا وہ لوگ تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں غالب آجائیں، آپ کہہ دیجئے کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا ہے بڑا علم والا ہے۔

(تفسیر ماجدی ۵۹۴/۱، ۵۹۵ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ)

اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کردو شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔ نیز یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے مذہب والے کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔ اے نبی ان سے کہہ دو "اصل میں ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے اور اسی کی دین ہے کہ کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو کچھ تم کو دیا گیا تھا، یا یہ کہ دوسروں کو تمہارے رب کے حضور پیش کرنے والے کے لئے تمہارے خلاف قوی حجت مل جائے۔"

اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ "فضل و شرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہے عطا فرمائے، وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ (سورۃ آل عمران ۷۲۔۷۳ تفہیم القرآن سید ابو الاعلیٰ مودودی صفحہ ۲۶۴۔۲۶۵)

☆☆☆

(بقیہ بصائر و عبر)

اللہ تعالیٰ جس کو نوازنا چاہیں، راستہ چلتے نواز دیتے ہیں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے "فضائل صدقات" میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے مذکورہ بالا عنوان کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت شیخ رقمطراز ہیں کہ "ڈاکوؤں کی ایک جماعت کہیں جارہی تھی۔ راستہ میں انھوں نے دیکھا کہ دو درخت ہیں۔ ایک انگور کا سرسبز درخت ہے اور دوسرا کیکر کا خشک۔ ایک بلبل بار بار انگور کے درخت سے اس کا دانہ چونچ میں لے کر کیکر کے درخت پر جا رہا ہے۔ ڈاکوؤں کے سردار کو بڑا تعجب ہوا۔ دیکھا تو کیکر کے درخت پر ایک اندھا سانپ منہ کھولے ہوئے ہے۔ وہ بلبل دانہ لاکر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ اس نے غور کیا کہ ایک اندھے سانپ کی روزی کا اللہ جل شانہ نے یہ انتظام فرما رکھا ہے، تو کیا وہ ہمارے لئے نہ کرے گا۔ یہ واقعہ ان ڈاکوؤں کی ہدایت کا بہانہ بن گیا۔ چنانچہ اس سردار اور اس کے ساتھیوں نے توبہ کی اور لوگوں کے سامان اور کپڑے وغیرہ سب واپس کر دئے یا مالک کے نہ ملنے پر خیرات کر دیئے۔ وہاں سے یہ عہد کیا کہ مکہ مکرمہ چل کر توبہ کریں گے۔ اور چل دیئے۔

سرِ راہ ان کو ایک عورت ملی۔ وہ اس جماعت کو تلاش کر رہی تھی جس میں ابراہیم نام کا آدمی ہو۔ اس سردار کا نام بھی ابراہیم ہی تھا۔ اس بڑھیا نے کہا کہ میں ابراہیم کو تلاش کر رہی ہوں۔ سردار نے کہا یہ نام تو میرا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ دو روز سے میں تمہارے لئے کھانا پکا رہی ہوں اور آج بھی یہ عمدہ مرغن کھانا پکایا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ پرسوں رات میرے لڑکے ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ مجھے بہت صدمہ ہو رہا تھا۔ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ فرما رہے ہیں کہ تمہیں اپنے بیٹے کی وفات کا بڑا صدمہ ہو رہا ہے ایک میرا ابراہیم بھی آرہا ہے۔ اس لئے میں نے یہ کھانا تیار کیا ہے اور اپنے لڑکے کے کپڑے وغیرہ سب اس سردار کے حوالے کر دیئے۔ (صحبتے باولیا، ص ۲۵۰)

☆☆☆

حقوقِ والدین

امام بخاریؒ کی "الادب المفرد" کے اردو ترجمہ (زیر طبع) کا ایک باب

(گزشتہ سے پیوستہ)

مشرک والد کے ساتھ حسنِ سلوک:

(۱۳) سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں قرآن کریم میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ میری ماں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کشی نہ کروں وہ کھانا پینا چھوڑے رہے گی۔ تو اس موقع پر آیت نازل ہوئی۔

وإن جاهداك على أن تشرك بي ماليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهمافي الدنيا معروفا۔ (لقمان: آیت: ۱۵)

اور اگر تجھ پر دونوں کسی بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جسکی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کچھ کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔

میں نے ایک تلوار لی جو مجھے بہت پسند آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دیدیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يسئلونك عن الأنفال (الأنفال آیت ۱)

وہ لوگ آپ سے (خاص) غنیموں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔

انفال سے مراد یہاں زیادتی کے ہیں یہ لفظ نفل کی جمع ہے اور مالِ غنیمت کو بھی نفل کہتے ہیں وہ اصل مقصد سے زیادہ ہوتا ہے مقصد تھا اعلاء کلمۃ اللہ۔ تو مقصد بھی حاصل ہوا اور ساتھ ساتھ مزید مال غنیمت بھی ملا۔

تیسری آیت جب میں بیمار پڑا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا مال تقسیم کردوں اور نصف مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں؟ (کہ کارِ خیر میں خرچ کیا جائے) فرمایا نہیں عرض کیا: تہائی۔ آپ ﷺ خاموش رہے اس کے بعد تہائی مال کی وصیت کرنا جائز قرار پایا (یہ معلوم ہے کہ ہر شخص کو اپنے بعد چھوڑے ہوئے مال پر تصرف کا حق نہیں رہتا شرعی احکام کے مطابق وہ تقسیم ہوگا اور اگر مرنے والے نے اپنی جائداد کا بڑا حصہ کسی ایسے شخص کو دیا جس کو کم ملنا چاہئے تو یہ وصیت "وصیت جنف" کہی جاتی ہے البتہ ایک تہائی مال میں وہ وصیت کرسکتا ہے اپنی کسی اولاد یا کسی بیوی کے بارے میں یا کارِ خیر کے بارے میں۔

چوتھی آیت یہ کہ میں نے کچھ انصار احباب کے ساتھ شراب پی تو ان میں سے ایک شخص نے میری ناک پر اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے حملہ کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو فرمایا کہ شراب حرام ہوگئی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ فرماتی ہیں کہ میری والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آئیں وہ اس بات کی خواہشمند تھیں کہ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

لاينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين (الممتحنه ۸)

(اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک نیم اونی چادر جس پر چند ریشم کے دھاگے تھے بک رہی تھی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ سے عرض کیا یا رسول اللہ اس کو خرید لیجئے اور جمعہ کے روز پہنا کیجئے اور جس وقت کہ آپ کے پاس آیا کریں (ایسے موقع پر پہن لیا کریں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا لباس وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند لبادے لائے گئے ہدیہ کے طور پر پیش کئے گئے) آنحضرت ﷺ نے اس میں سے ایک لبادہ حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا انہوں نے فرمایا کہ میں کیسے پہن سکتا ہوں اور آپ اس بارے میں کچھ کہہ چکے ہیں فرمایا: تم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تم پہنو اس کو تم بیچ سکتے ہو یا کسی کو دے سکتے ہو، حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے ایک بھائی کے پاس بھیجا جو مکہ میں تھے اور اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔

والدین کو برا بھلا نہ کہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کو برا بھلا کہنا گالی دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی اپنے باپ کو گالی دے۔ فرمایا:

اگر کسی شخص نے کسی کو گالی دی اس نے پلٹ کر وہی گالی اس کے ماں باپ کو دیدی۔ (تو بیٹا سبب ہوا اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا) اصلاح معاشرہ اور حسن ادب کی تعلیم کا یہ حکیمانہ اصول صرف قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے۔

ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم۔ (الانعام ۱۰۸)

اور دشنام مت دو ان کو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، پھر وہ براہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

اسی طرح اگر کسی کو کوئی شخص برے لفظ یا برے لقب سے یاد کرے تو سننے والا بسا اوقات یہ کہتا ہے کہ یہ برائی ہم میں نہیں تیرے باپ میں ہے اس طرح لڑکا اپنے باپ کو گالی دلوانے کا سبب ہوا۔

عروہ بن عیاض کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سنا کہ اللہ کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کو گالی دلوانے کا سبب بنے۔

والدین کی نافرمانی کی سزا

ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسا گناہ جو گناہ کرنے والے کو بہت جلد اپنی لپیٹ میں لے اور جس کے ساتھ اس کی سزا آخرت میں بھی دی جائے گی اس میں بغاوت (شرعی حکم سے) اور رشتہ داری کا (یعنی رشتہ داری کا حق ادا نہ کرنا) سے بڑھ کر نہیں ہے۔ قرآن میں آیا ہے۔

"وآت ذا القربىٰ حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا (بنی اسرائیل: ۲۶)

اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔

عمران ابن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو زنا اور شراب نوشی اور چوری کے بارے میں صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب فحش گناہوں میں سے ہیں۔ اور ان پر حد جاری کرنے کا حکم ہے اور کیا میں تم کو سخت گناہ کبیرہ کی خبر نہ دوں پھر آپ نے فرمایا کہ یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت یہ فرما رہے تھے تکیہ کی ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے وہ تکیہ چھوڑ کر (بڑے اہتمام اور فکر کے ساتھ) فرمایا اور جھوٹ بولنا (دھوکہ دینا)

والدین کا رونا

طیسلہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر سے سنا کہ والدین کا رونا اولاد کی نافرمانی اور گناہ کبیرہ ہے۔

والدین کی دعائیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں مستجاب ہیں جو کبھی رد نہیں ہوتیں اور اس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے وہ یہ ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور ماں باپ کی بددعا اولاد کے بارے میں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ماں کی گود میں کسی نے بات نہیں کی سوائے عیسیٰ ابن مریم کے اور صاحب جریج کے (حضرت عیسیٰ اور صاحب جریج دو ایسے ہیں جنہوں نے شیر خوارگی میں گفتگو کی) پوچھا گیا یا نبی اللہ یہ صاحب جریج کون ہیں فرمایا جریج ایک راہب شخص تھا جو اپنے گرجا میں رہا کرتا تھا اور ایک گائے کا چرواہا اس گرجا کے نیچے آکر ٹھہرا کرتا تھا اور گاؤں کی ایک عورت اس چرواہے کے پاس آیا جایا کرتی تھی تو ایک دن اس راہب کی ماں آئی اور اس نے جریج کو پکارا اے جریج اور وہ عبادت کر رہا تھا تو جریج نے اپنے دل میں کہا کہ وہ عبادت کر رہا ہے اور ماں آچکی ہے تو کس کو ترجیح دے عبادت کرتا رہے یا چھوڑ کر ماں کی طرف متوجہ ہو تو اس کو خیال ہوا کہ عبادت کو ترجیح دینا چاہئے پھر اس عورت نے دوبارہ پکارا راہب نے پھر اپنے دل میں کہا کہ ماں کی اطاعت کروں یا عبادت کرتا رہوں اس کا یہی خیال پختہ ہوا کہ عبادت پر قائم رہنا چاہئے جب تیسری بار بھی اس نے ماں کو جواب نہیں دیا تو اس کی ماں نے کہا کہ جب تک تم جسم فروش عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لو اس وقت تک اللہ تم کو موت نہ دے۔ (یعنی اس کی ماں کو غصہ آیا اور اس نے بددعا دی کہ تم ہماری طرف نہیں دیکھتے ہو تو تم کو مرنے سے پہلے فاحشہ عورت دیکھنا پڑے گا) یہ کہہ کر چلی گئی اس کے بعد وہ عورت جو چرواہے کے پاس آیا جایا کرتی تھی حاملہ ہوگئی۔ (اور حمل کے دن پورے ہوگئے) تو بادشاہ کے پاس لائی گئی کہ اس کو بچہ پیدا ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا کہ جریج کا، پوچھا جریج کون ہے۔ اس نے کہا راہب ہے کہا وہ گرجے والا؟ بولی ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کے گرجے کو منہدم کردو اور اس کو میرے پاس لاؤ (غلاموں نے) اس کے گرجے کو کلہاڑیوں سے توڑ کر گرا دیا اور اس راہب کی گردن میں ایک رسی ڈالی اور لیکر چلے تو طوائفوں کی طرف سے جب گذر ہوا تو وہ ان طوائفوں کو دیکھ کر مسکرایا اور وہ طوائفیں لوگوں کے بیچ میں اس کو دیکھ رہی تھیں بادشاہ نے کہا کہ یہ عورت کہہ رہی ہے جریج نے کہا کہ وہ کیا کہتی ہے بادشاہ نے کہا کہ وہ کہہ رہی ہے کہ اس کا لڑکا تمہارے نطفہ سے ہے جریج نے اس فاحشہ سے پوچھا کہ کیا تمہارا ابھی یہی خیال ہے، اس نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے لوگوں نے کہا یہ رہا اس کی گود میں جریج اس بچے کے پاس گیا اور پوچھا تیرا باپ کون ہے، اس بچے نے جواب دیا گائے کا چرواہا۔ بادشاہ نے راہب سے کہا کہ کیا تمہارے گرجے کو سونے سے بنوادوں کہا نہیں۔ کہا چاندی کا بنوادوں؟ کہا نہیں۔ پوچھا پھر کیا بنواؤں اس نے کہا جس طرح پہلے تھا ویسا ہی بنوا دو اس نے راہب سے پوچھا پھر تم کس بات پر مسکرائے تھے کہا ایک واقعہ پیش آیا جس کو میں سمجھ گیا میری ماں کی بددعا لگ گئی پھر ان کو پورا واقعہ سنایا۔

عیسائی مذہب رکھنے والی (کرسچن) ماں کو اسلام کی دعوت

ابو کثیرہ اسحٰی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ھریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میری بات کسی یہودی یا نصرانی جس نے بھی سنی اس نے مجھ کو پسند کیا میں چاہتا تھا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دوں میں نے ان سے کہا تو انہوں نے انکار کیا میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ان کے لئے دعا فرما دیں میں پھر بھی اپنی ماں کے پاس گیا تو انہوں نے دروازہ بند کر رکھا تھا وہ گھر کے اندر ہی سے کہنے لگیں ابو ھریرہؓ میں اسلام لے آئی تو میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی اور کہا کہ میرے لئے اور میری ماں کے لئے دعا فرمائیے فرمایا۔ اے اللہ اپنے بندے ابو ہریرہؓ اور اس کی ماں پر رحم فرما اور ان کو لوگوں کے لئے محبوب بنا دے۔

والدین کے انتقال کے بعد حسن سلوک

حضرت اسید بن علی بن عبید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ابو اسید لوگوں سے بیان کر رہے تھے کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ باپ کے انتقال کے بعد اطاعت کا کوئی کام مجھ پر باقی رہ گیا ہے جسکو میں سعادتمندی کے طور پر انجام دوں فرمایا ہاں چار باتیں ہیں۔ ایک تو ان لوگوں کے لئے دعا کرنا۔ ان کے لئے استغفار کرنا۔ ان کے معاہدوں کو پورا کرنا مثلاً کسی سے قرض یا کوئی معاہدہ یا وعدہ کیا ہے وغیر وغیرہ۔ اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔ اور ان کے رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا صلہ رحمی کرنا جو رشتہ داری انہیں کی وجہ سے ہوتی ہو۔ (چچا ماموں وغیرہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مرنے کے بعد میت کا درجہ بڑھ جاتا ہے وہ کہتا ہے اے رب مجھے یہ نعمت کہاں سے مل گئی تو اس سے کہا جائیگا کہ تمہارے لڑکے نے تمہارے لئے دعاء مغفرت کی۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں : کہ ہم لوگ ایک رات ابو ھریرہؓ کے پاس تھے تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ ابو ہریرہؓ اور میری ماں کو بخش دے اور ان کو بھی بخش دے جو ان دونوں کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ تو محمد بن سیرین نے کہا کہ ہم دونوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تا کہ ہم ابو ہریرہ کی دعا میں داخل ہو جائیں۔

☆☆☆

فقہی سوال جواب

جناب مفتی محمد طارق ندوی (استاذ دارالعلوم)

س: ایک صاحب جنکی وضع قطع شرعی نہیں ہے کیا وہ جمعہ میں کھڑے ہو کر عوام کو وعظ و نصیحت کر سکتے ہیں؟

ج: ہاں عوام کو وعظ و نصیحت کر سکتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا "وذكر فإن الذكرى تنفع المومنين" "آپ سمجھائیے اس لئے کہ سمجھانا مومنین کو نفع دیتا ہے اور دوسری جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا "كنتم خير أمّة أخرجت للنّاس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله تم بہترین امت ہو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن أحسنُ قولاً ممن دعآ إلى الله وعمل صالحاً (حٰم السجدة: آیت ۳۳) "اور اس سے اچھی کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ یا یها الذين آمنوا لم تقولون مالا تفعلون۔ كبر مقتاً عندالله أن تقولوا مالا تفعلون۔ (سورة الصف: ۲-۳) اے ایمان والو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے تم خود نہیں کرتے یہ بات اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ کہو جسے خود نہ کرو اور دوسری جگہ شعراء کے نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: والشعراء يتّبعهم الغاون۔ ألم تر أنّهم في كلّ وادٍ يهيمون۔ وأنّهم يقولون مالا يفعلون (سورة الشعراء آیت ۲۲۴-۲۲۶) شعراء ان کی پیروی بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکے ہوئے پھرتے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل پیرا نہیں ہوتے ہیں۔ مذکورہ آیات کی روشنی میں لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے شریعت پر عمل کرنے اور اس پر ابھارنے کے لئے مذکورہ شخص کا بیان کرنا درست تو ہوگا وہ وعظ و نصیحت کر سکتا ہے لیکن اس کی وضع قطع شرعی ہونا چاہئے۔

س: ناخن پالش کا ناخن پر موجود ہوتے ہوئے وضو درست ہے یا نہیں؟

ج: مذکورہ صورت میں جب تک پالش کھرچ کر صاف نہ کردی جائے وضو درست نہیں ہوگا۔

س: ایک شخص نے نیا مکان تعمیر کیا اور اپنے مکان کو بلندی پر پرانا جوتا اور جھاڑو کو اس خیال سے کہ کسی کی نظر نہ لگے لٹکا دیا ہے اس کا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں۔

ج: مذکورہ عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے یہ صرف ان ہی اشخاص کا شیوہ ہے جس سے اجتناب شرعاً لازم ہے یہ غیر قوموں کی دین ہے جن کے مذہب کی بنیاد پوری کی پوری خرافات پر ہے اس طرح کی چیزوں سے اجتناب ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا دین سے ذرا سا بھی تعلق ہے۔

س: نکاح سے پہلے بہت سی رسومات کی جاتی ہیں مثلاً ابٹن لگانا مانجھے میں بیٹھنا وغیرہ، اور ان کو ضروری سمجھا جاتا ہے نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے، شریعت میں یہ امور جائز ہیں یا ناجائز؟

ج: مذکورہ تمام رسومات کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ بے اصل و بے بنیاد باتیں ہیں۔

☆☆☆

رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام ایک سمینار:

☆جشن اجراڑہ

جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ میں حضرت شیخ الحدیثؒ پر ایک عالمی سمینار:

☆سمینارِ گہر بار

ع۔ع۔ن

(۱)

جشن اجراڑہ:

۱۴۲۵ ہجری کے اجلاس عام سے دو روز پہلے حضرت حکیم مولانا عبداللہ المغیثی صاحب نے رابطہ ادب اسلامی کا ایک سمینار منعقد کیا، جہاں ادباء، علماء، ڈاکٹر و پروفیسر، مقالہ نگار، دانشور جمع تھے، وہاں ایک ناچیز بھی مدعو تھا، دعوت، صاحب دعوت نے مکہ مکرمہ میں دی تھی، اور ہندوستان آنے کے بعد تاکید بھی فرمائی، آخر کسی طرح لرزاں وخیزاں عصا ٹیکتے ہم بھی پہونچ ہی گئے۔ اس مرکز دینی میں پہلے بھی دو بار آچکا ہوں آج تیسری بار حاضری ہوئی، پہلے ایک بڑا مدرسہ دو منزلہ عمارت میں تھا۔ آج وہ رہائشی مکانات تک محدود رہ گیا ہے، اور جہاں دور دور تک میدان تھا وہاں آبادی ہے، رونق ہے، مکانات ہیں، بڑے بڑے ہال ہیں۔ گول کمرے اور آفسوں کے چیمبر ہیں۔ ڈیڑھ سو برس کا پرانا مدرسہ آج ایک جوان رعنا کی شکل میں نمایاں ہے۔ کام کرنے والے بھی جوان اور اس کاروانِ خیر وبرکت کے سالار جوان ہی نہیں عزم وایمان کے لحاظ سے نوجوان، ہر دم رواں دواں مولانا عبداللہ المغیثی صاحب دامت برکاتہم ہیں۔ بلند ہمت بلند حوصلہ اور بلند قامت!

بہرحال میرا حصہ دور کا جلوہ۔ رابطہ ادب اسلامی کے پہلے اجلاس میں شرکت کی چند لئے سیدھے جملوں میں افتتاح کی سعادت حاصل کی۔ میدان میں پنڈال بنتے دیکھا، ہر کمرہ میں بڑے بڑے پوسٹروں کی تیاری دیکھی، اجلاس عام کے صدر والا قدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا کمرہ دربار خاص کی شان رکھتا تھا۔ مگر میں زیادہ ٹھہر نہ سکا بیماری، پرہیز، فن خطابت سے نا آشنائی نے کہیں کا نہ رکھا۔ ایک دن ٹھہر کر واپس آیا۔ مگر خالی ہاتھ نہیں۔ علم وفن کے تحائف لیکر آیا۔ ان کی ایک کتاب حضرت حافظ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ہے جن کے نام پر ایک سنسان میدان گلزار بنا۔ یہ حضرت بڑے پایہ کے بزرگ تھے، اور اکابر مشائخ کی آنکھیں دیکھے ہوئے، ان کی خدمت میں بیٹھے ہوئے، ان کی فیضان روحانی سے سرفراز تھے۔ ان کے حالات اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے فیض بخشش کا نمونہ دیکھا جائے من کان للہ کان اللہ لہ کی جلوہ گری ان کی سیرت میں نظر آتی ہے، ان کی سوانح میں زیادہ تر مشائخ دیوبند کے خطوط ہیں اور ان کے صبر وعزیمت کی داستان۔ دوسرا رسالہ حسینی مجلّہ ہے جو سو سالہ تقریبات کے موقع پر گلزار حسینیہ اجراڑہ نے شائع کیا ہے۔ مولانا آس محمد گلزار قاسمی کا پیش لفظ اور حضرت مغیثی کے استقبالیہ کلمہ میں ایک جہاں معنی آباد ہے۔ حضرت مولانا مدنیؒ، حضرت شیخ گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے مکتوبات اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے مبارک تذکروں سے یہ رسالہ معطر ہے۔ اور حضرت مغیثی کے مواعظ ونصائح علمی مسائل اور خطبوں پر مشتمل خطباتِ مغیثی ہم طالب علموں کے کام کی چیز ہے۔

حضرت حافظ محمد حسین صاحب جن کے نام اور کام کی بدولت ایک معمولی سا قصبہ یا دیہاتی گاؤں گل وگلزار ہے، ان کی سوانح اور خدمات کو پڑھ کر دل متاثر ہوتا ہے اور دماغ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ کے نام پر اس کے رسولؐ کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے اور اس پر نازل شدہ کتاب کو یاد کرنے اور سمجھنے کے لئے جو کوشش کی جائے گی وہ بقدر اخلاص اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو کر رہے گی، ان کی سیرت پر جو رسالہ اور کتابیں دیکھیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی طبعی عذر کا شکار تھے، اور قد بہت کوتاہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ قبولیت بخشی کہ ان کی کوتاہ قامتی ایک بلند ترین قامت کے انسان کے رنگ میں نمایاں ہوئی، ان کا طبعی عذر ہنر بن گیا اور ان کی کاوش کا نتیجہ وہ جماعت ہے جو آج بھی ایک غیر آباد خطۂ زمین پر بیٹھی قال اللہ اور قال الرسول کی صدا بلند کر رہی ہے۔

مولانا عبداللہ مغیثی نے بڑی وسعتِ قلبی کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کے مقالات کا مجموعہ جب شائع ہوگا تو ایک علمی اضافہ محسوس کیا جائے گا جو قرآن مجید کے ترجموں سے متعلق ہے۔ حضرت مغیثی ہمارے شکریہ کے مستحق اور مبارکباد کے سزاوار ہیں ان کی ہمت، اور کام کی وسعت، مسجد کی توسیع، نئی عمارتوں کی تعمیر سب قابل دید بھی ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو جا کر بار بار دیکھا جائے اور اس کی خدمت میں مولانا کا ہاتھ بٹایا جائے۔

(۲)

سمینار گہر بار

جامعہ اسلامیہ مظفرپور، قلندر پور، اعظم گڑھ (یوپی) کے بانی ومؤسس، سرپرست ونگران اعلیٰ مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے اتنا بڑا اور عظیم الشان سمینار منعقد کیا کہ نہ صرف مظفرپور، قلندر پور کی زمین جگمگا اٹھی بلکہ پورے علاقہ اعظم گڑھ کا خطہ علم ودانش کی روشنی سے چمک اٹھا۔

اجتماعات تین قسم کے ہوئے۔ پہلے دن "مرکز مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ" کا افتتاح ہوا جس میں حضرت کی مؤلفات جمع ہیں۔ مختلف کتبوں میں آپ کی تحریریں ہیں۔ طلبہ کے لئے اعلیٰ درجہ کا کمپیوٹر سنٹر کا حصہ ہے، یہ عمارت بہت خوبصورت دو منزلہ ہے، اور نمایاں حروف میں باہر کے دروازہ پر مولانا علیہ الرحمہ کا نام ہے۔ اللہ اس نام کو اپنے نام کے صدقہ میں باقی رکھے، ایک عظیم الشان شخصیت کی یادگار میں ایک عظیم الشان عمارت بن گئی ہے دیدہ زیب بھی ہے اور دل آویز بھی۔

اس کے بعد سمینار کا مرکزی عمل شروع ہوا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے علمی و شخصی کارناموں کی جھلکیاں، جس میں تمام علماء اور اہل تحقیق اصحاب قلم نے دل کھول کر اور بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے موطا امام مالک، صحیح بخاری، اور سنن ترمذی پر جس دیدہ ریزی کے ساتھ کام کئے ہیں اس پر اہل علم نے خراج عقیدت پیش کیا، فضائل کی احادیث قبول کرنے میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے جو وسعت روا رکھی ہے اس کا بھی بعض مقالہ نگاروں نے دفاع کیا۔ علماء، مدرسین اور شارحین حدیث نے پوری سرگرمی کے ساتھ موضوع میں دلچسپی لی، اور موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ آخری جلسہ اجلاس عام تھا۔ جس میں حاضرین کی تعداد لاکھ سے متجاوز تھی، اور مقررین بھی فن خطابت کے ماہر، شعلہ وشبنم سے مجلس کو گرم کرنے اور سرد کرنے والے ہر طرح کے لوگ تھے۔ اور سب کامیاب تھے، سب پر شیخ الحدیث کی روحانیت سایہ فگن تھی۔ خود حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادہ وجانشین مولانا محمد طلحہ صاحب کی دعا جلسوں کی جان تھی۔

علماء کرام میں دیوبند سے حضرت مولانا محمد سالم صاحب اور اساتذہ دارالعلوم دیوبند (وقف) پوری دلچسپی کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت شیخ الحدیث کا جس درسگاہ (مدرسہ مظاہر علوم رجسٹرڈ) سے تعلق تھا اس سے حضرت کے صاحبزادے مولانا طلحہ صاحب، آپ کے نواسے مثل فرزند مولانا شاہد صاحب، مولانا سلمان صاحب اور متعدد اساتذہ تھے، ندوہ سے وہاں کے ناظم، معتمد تعلیم، مہتمم دارالعلوم و ایڈیٹر البعث الاسلامی، مولانا محمد واضح رشید صاحب ندوی اور ہر جہت وہر طرز بیان کے مالک جمع تھے۔ بانی ورئیس جامعہ اسلامیہ مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب نے رات دن کی کاوش جگری سے اس خطہ کو ایک یادگار خطہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے محدث جلیل شیخ مولانا ڈاکٹر تقی الدین کو وسعت قلبی کے ساتھ وسعت مالی بھی عطا کی ہے۔ اور انہوں نے دونوں کا حق ادا کیا۔ اور جس طرح انہوں نے حضرت شیخ الحدیث کی کتاب "بذل المجهود" کی تصحیح طبع اور توزیع کرکے علمی دنیا میں اپنے آپ کو روشناس کرایا اسی طرح سمینار نے ان کو اپنے ضلع اعظم گڑھ کا ایک بطل جلیل بنا دیا۔ اس سمینار، اختتام اور اجلاس عام میں جو بھی تھا وہ اللہ کا نام تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا کام وکلام تھا۔ اللہ کے عاجز وناتواں بندوں کے لئے یہی بہت تھا۔ اور یہی سب کچھ تھا اور اسی جذبہ سے اس میں شریک ہوئے اور اسی جذبہ سے واپس آئے اور یہ کہتے ہوئے آئے۔

دل ایں جا، دیدہ ایں جا، زندگی ایں جا، قرار ایں جا

رابطہ ادب اسلامی کا حضرت مولانا محمد امین صاحب نصیر آبادیؒ کی حیات وخدمات پر ایک سمینار زیر اہتمام: مدرسہ فلاح المسلمین، تینڈوا، امین نگر، رائے بریلی

جناب محمود حسن حسنی ندوی

مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر رائے بریلی میں مشہور مصلح اور مجاہد مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کی حیات وخدمات پر ایک دو روزہ ۱-۲ اپریل ۲۰۰۳ء کو ایک سمینار منعقد ہوا۔ سمینار کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور نظامت مولانا نذر الحفیظ ندوی نے کی۔ اس موقع پر اپنی صدارتی تقریر میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے کہا کہ مولانا سید امین نصیر آبادی کی شخصیت اس پورے علاقہ میں ایک معروف شخصیت تھی، جن کو ابھی تک لوگوں نے بھلایا نہیں ہے۔ ان کا تذکرہ یہاں عام ہے ان کو بیسویں صدی کے اوائل کا زمانہ ملا ضرورت تھی کہ اکیسویں صدی کے لوگوں کے لئے علمی مذاکرہ کرکے ان کے کام اور پیغام کو از سر نو زندہ کیا جائے اس سے لوگوں میں حوصلہ وجذبہ پیدا ہوگا اور معاشرہ کی اصلاح کے کام کو صحیح طور پر کرنے کا وہ عزم کریں گے۔ ان کی کوششوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ نظر آیا کہ پورے علاقہ میں جہاں جہاں ان کے قدم گئے شرک وبدعات سے وہ پاک ہوگیا۔ مولانا نے کہا کہ یہ مدرسہ جہاں یہ مذاکرہ ہو رہا ہے اسی قدردانی کا نتیجہ ہے۔ مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مولانا سید محمد امین صاحب نصیر آبادی کو اللہ تعالیٰ نے جن صفات وخصوصیات سے نوازا تھا ان سے انہوں نے رائے بریلی، پرتاپ گڑھ، سلطانپور، جونپور، اعظم گڑھ، مئو، خیرآباد، غازی پور وغیرہ اضلاع ومقامات کے لوگوں کو فائدہ پہونچایا۔

افتتاحی نشست میں مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے بھی یہ کہہ کر خراج عقیدت پیش کیا کہ مولانا مرحوم اصلاح معاشرہ کے کام اور بدعات کو ختم کرنے میں یکتائے روزگار تھے۔ مولانا نے کہا کہ جو طریقہ ہم کو بتایا گیا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا، صحابہ کرام کا اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے۔ مولانا مرحوم اور اسی خطہ کی دوسری شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ہمارے لئے نمونہ وآئیڈیل ہے۔ مولانا عبداللہ حسنی نے کہا کہ مولانا مرحوم معاشرہ کی اصلاح اور منکرات کی روک تھام میں منفرد شخصیت کے حامل تھے۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالقادر گجراتی ندوی، مولانا اسد اللہ ندوی اور مولانا نذر الحفیظ ندوی نے بھی مولانا محمد امین نصیر آبادی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ مقالات کی دو نشستوں میں بالترتیب ۶ اور ۸ مقالات پیش کئے گئے، جناب تابش مہدی نے دعوت وفکر پر، مولانا رحمت اللہ نیپالی نے فقہی بصیرت وعلمی خدمات پر، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے عبقریت پر، مولانا دوست محمد ندوی نے منہج دعوت پر، مولانا سید محمد سالم حسینی ہنسوی نے خاندانی پس منظر پر، مولانا محمد شعیب پرتاپگڑھی، محمد کاظم نصیر آبادی، ماسٹر محمد حسن انصاری سلطانپوری، مولانا شبیر عالم ندوی، محمد شعیب پرتاپگڑھی، مولانا شمس الحق ندوی، مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی وغیرہ نے بھی مقالات پیش کئے، مذاکرہ علمی میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، رائے بریلی، سلطانپور، پرتاپ گڑھ کے علماء کے علاوہ ممبئی، اعظم گڑھ، بنارس، بھٹکل، گجرات کے علماء کی بھی نمائندگی رہی۔

بصائر وعبر

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی (ابوظبی)

غصہ کو ضبط کرنے اور مخلوق کی ایذارسانی پر صبر کرنے کا ثمرہ:

مولانا جلال الدین رومیؒ نے مثنوی معنوی میں ایک منظوم حکایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کو ضبط کرنے اور مخلوق کی ایذاؤں کو برداشت کرنے سے بعض بزرگوں کو بڑی کرامت عطا ہوگئی، حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ شیر کی سواری کرتے اور جنگل کی لکڑی کاٹ کر شیر پر رکھتے تھے۔ اور اگر کبھی شیر شرارت کرتا تو زندہ سانپ کے کوڑے سے اسکی پٹائی کرتے تھے۔ ایک شخص ان سے بیعت ہونے کے لئے خراسان سے سفر کر کے خرقان آیا۔ لیکن شیخ کی بیوی بہت تیز مزاج تھیں۔ پوچھا: کیسے آئے ہو؟ کہا کہ حضرت سے مرید ہونے آیا ہوں۔ کہنے لگیں: لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مجھ سے زیادہ اس پیر کا حال دنیا کیا جان سکتی ہے؟ یہ تو بالکل بنا ہوا پیر ہے، تم کہاں اس کے چکر میں آگئے؟ غرض ایسی ایسی کھوٹی کھری باتیں اس شخص کو سنائیں کہ وہ رونے لگا کہ میرا ہزار میل کا سفر بیکار ہوگیا۔

اہل محلہ نے یہ منظر دیکھا تو اس شخص سے کہا کہ شیخ کی بیوی مزاج کی تیز ہے۔ اسلئے بدگمانی مت کرو۔ ذرا جنگل کی طرف جاؤ دیکھو اس وقت شیخ جنگل سے لکڑیاں لے آرہے ہونگے چنانچہ وہ گیا اور دیکھا کہ شیخ ابوالحسن خرقانی شیر کی سواری کرتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔

مولانا رومیؒ آگے فرماتے ہیں کہ اس خراسانی کو دیکھ کر شیخ ابوالحسن کو کشف ہوگیا کہ یہ بیگم کی جلی کٹی سن کر غمگین آرہا ہے۔ چنانچہ شیخ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ بھائی کچھ پریشان نظر آرہے ہو کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ کی گھر والی تو بڑی تلخ مزاج ہے ایسی عورت سے آپ نے کیوں شادی کی۔ شیخ نے اسکی بات نہایت تحمل سے سننے کے بعد فرمایا کہ یہ جو مجھے شیر کی سواری اور زندہ سانپ کا کوڑا ملا ہے یہ کرامت اسی خاتون کی تکلیفوں پر صبر کا انعام ہے۔ اب مولانا رومی کی زبانی سنیے کہ شاہ ابوالحسن خرقانی نے فرمایا:

گرنہ صبرم می کشیدے بارزن
کے کشیدے شیر نر بیگار من۔

عورتیں بھی مفتی تھیں۔

شیخ علاء الدین سمرقندیؒ نے ایک کتاب (تحفۃ الفقہاء) لکھی ہے اسکی شرح ان کے شاگرد رشید امام ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ نے لکھی ہے جس کا نام "بدیع" ہے۔ بقول علامہ شامیؒ "یہ کتاب فقہ میں عدیم النظر ہے"۔ جب وہ یہ شرح مکمل کر چکے تو اسے اپنے استاذ محترم کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ شرح دیکھ کر اتنا خوش ہوئے کہ اپنی لخت جگر فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا۔ واضح رہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں نے ان خاتون سے نکاح کا پیغام دیا تھا۔ لیکن شیخ سمرقندی نے ان کی رغبت وخواہش کو ٹھکرا دیا تھا، فاطمہ کو فقہ وافتاء میں اس درجہ مہارت حاصل تھی کہ وہ فتوی نویسی بھی کیا کرتی تھیں، چنانچہ لوگ جب دینی مسائل کے جوابات ان کے گھر سے لکھا کر لے جاتے تو بسا اوقات یہ ہوتا کہ جواب کا کچھ حصہ اس خاتون (فاطمہ بنت شیخ علاء الدین) کا لکھا ہوا ہوتا تھا کچھ حصہ ان کے والد محترم کا اور کچھ حصہ ان کے خاوند کا۔ (شامی ۱/۱۰۰)

میرے دل کی سفیدی میرے سیاہ چہرہ پر بھلی معلوم ہوتی ہے:

علامہ آلوسیؒ صاحب روح المعانی نے ایک خراسانی بزرگ کا واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ: خراسان میں ایک سید زادہ شریف النسب تھے، لیکن ان کے نسبی اخلاق واعمال لہو ولعب کی نذر ہو چکے تھے۔ وہ طرح طرح کے فسق وفجور میں مبتلا تھے، اسی جگہ ایک حبشی متقی عالم تشریف فرما تھے، جو نسب کے اعتبار سے بھی آزاد کردہ غلام ہونے کی حیثیت رکھتے تھے، لوگ ان کی نہایت تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔

ایک روز اتفاقاً یہ بزرگ مسجد کی طرف جارہے تھے، خلق خدا کی ایک بڑی جماعت ان کے پیچھے تھی، یہ سید زادے اچانک سامنے آگئے، وہ اس وقت نشہ میں دھت تھے، لوگوں نے ان کو بزرگ کے راستہ سے ہٹانا چاہا مگر وہ نہ ہٹے، بلکہ اچانک مجمع کو چیرتے ہوئے حبشی شیخ کے پاس پہنچے اور ان کا دامن پکڑ کر نہایت سخت اور متکبرانہ لہجہ میں مخاطب ہوئے:

"اے سیاہ ہونٹ والے شخص! میں رسول اللہ سے نسبی تعلق رکھتا ہوں، مجھے یوں ذلیل کیا جاتا ہے اور تیری عزت کی جاتی ہے، مجھے دھکے دیئے جاتے ہیں اور تیری ہر قسم کی مدد کی جاتی ہے۔"

حبشی بزرگ کے مریدین یہ باتیں سن کر سید زادہ کو مارنے کے لئے دوڑے، لیکن شیخ نے درمیان میں آکر فرمایا:

"میں انکی یہ سب باتیں ان کے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کرتا اور معاف کرتا ہوں۔"

اس کے بعد ان سید زادہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

میں نے اپنے باطن کو سفید کر لیا، اور تم نے اپنے باطن کو سیاہ کر ڈالا، اس لئے میرے دل کی سفیدی میرے سیاہ چہرہ پر دیکھی گئی اور لوگوں کو بھی معلوم ہوئی، اور تمہارے دل کی سیاہی تمہارے سفید چہرہ پر دیکھی گئی جو لوگوں کی نفرت کا سبب بنی، میں نے تمہارے والد کی صفت اختیار کر لی اور تم نے میرے والد کی۔ تو لوگوں نے مجھے تمہارے جد امجد کی صفات میں دیکھا اور تم کو میرے والد کی صفت میں (اسلام اور نسلی امتیازات ص ۳۹)۔

"موکب خلافت" کے ایک منظر کی مؤثر تصویر کشی:

خلیفۃ المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے بیت المقدس کا جو تاریخی سفر کیا تھا۔ اس کی منظر کشی مشہور مؤرخ علامہ ابن کثیر نے نہایت مؤثر و بلیغ انداز میں کی ہے۔ وہ رقمطراز ہیں: "حضرت عمر بن الخطابؓ بیت المقدس کے سفر میں ایک خاکستری رنگ کی اونٹنی پر سوار تھے شدید دھوپ میں آپ کے سر پر کوئی ٹوپی اور عمامہ نہ تھا۔ کجاوہ کے دونوں طرف آپ پاؤں لٹکائے ہوئے تھے، اس میں رکاب بھی نہ تھی، اونٹنی پر ایک موٹا اونی کپڑا تھا، جسے آپ اتر کر بچھاتے تھے، آپ کی گٹھری، جو چمڑے یا اون کی تھی، اس میں پتے بھرے ہوئے تھے، سواری کی حالت میں اسی پر ٹیک لگاتے اور اترنے کے بعد اسی کا تکیہ بناتے تھے، آپ کی قمیض ایک پرانے گزی کے کپڑے کی تھی، جو بغل سے پھٹی ہوئی تھی۔

حضرت عمرؓ نے وہاں کے سردار کو بلایا۔ چنانچہ لوگ جلومس کو بلانے گئے، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا کرتا دھو دو اور اس کے پھٹے ہوئے حصہ میں پیوند لگا دو، اور اتنی دیر کے لئے میرے واسطے عاریتاً کوئی کپڑا یا کرتا فراہم کر دو۔ چنانچہ ایک ریشمی کرتا حاضر کیا گیا۔ آپؓ نے اسے دیکھ کر حیرت میں پوچھا: کہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ریشم ہے۔ فرمایا: ریشم کیا ہوتا ہے؟ لوگوں کے بتانے پر آپؓ نے اپنا کرتا اتار کر غسل فرمایا اور پھر اپنا پیوند لگا کرتا پہن لیا۔

جلومس نے ان سے مشورۃً کہا کہ آپ بادشاہ عرب ہیں۔ اور یہاں کے لوگ اونٹ کو بہت حقیر سمجھتے ہیں اسلئے اگر کوئی اچھا کپڑا پہن لیں اور گھوڑے پر سوار ہو جائیں تو یہ اہل روم کو متاثر کر سکے گا۔ آپؓ نے فرمایا: ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت دی تو اب ہمیں کسی اور عزت کی حاجت نہیں ہے۔ بہر حال ایک گھوڑا لایا گیا جس پر آپ نے اپنی چادر ڈال دی، اس پر نہ لگام استعمال کی اور نہ رکاب باندھی، بلکہ یوں ہی سوار ہو گئے۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد فرمایا: روکو، روکو میں نے اس سے پہلے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے نہیں دیکھا تھا، چنانچہ آپ کی اونٹنی لائی گئی اور آپ اس پر سوار ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷۔ ص ۵۹)

باسی روٹی ہی کھالی:

حضرت مولانا علی احمد لاہوریؒ ایک بار کافی رات کو گھر تشریف لائے۔ طبیعت ناساز تھی اور رات بھی کافی گزر چکی تھی۔ انھوں نے کسی کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ تاہم جب ان کی صاحبزادی کو اپنے والد کی آمد کا علم ہوا تو صاحبزادی نے اٹھ کر مولانا لاہوری کے لئے سالن روٹی نکال دیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ صاحبزادی کو یہ علم نہ تھا کہ تازہ روٹی کہاں رکھی ہے۔ چنانچہ اس نے کئی دن کی باسی روٹی رات کی تاریکی اور لاعلمی میں لا کر حضرت کے سامنے رکھدی۔ حضرت نے جب روٹی کو دیکھا تو بہت سخت تھی اور اس پر پھپھوندی بھی جمی ہوئی تھی۔ حضرت لاہوریؒ نے باسی اور پھپھوندی لگی روٹی کے بارے میں صاحبزادی کو بتانا مناسب نہ سمجھا اور دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اللہ تعالیٰ جو روز اچھی اور تازہ روٹی دیتا ہے، اگر آج اس نے یہ باسی روٹی سامنے رکھوادی تو اس کی نعمت سے کیسے انکار کیا جائے۔

لہذا اس باسی روٹی کو خاموشی سے کھالیا۔

گناہوں سے جلد توبہ کرنے کا ایک عجیب فائدہ:

علامہ آلوسیؒ آیت قرآنی "انما استزلهم الشيطان ببعض ما كسبوا ولقد عفا الله عنهم" کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "دیکھو اگر کبھی گناہ ہو جائے تو جلدی سے توبہ کرلو کیونکہ گناہ سے ایک اندھیرا پیدا ہو جاتا ہے اور اس اندھیرے سے دل ابلیس کا گھر بن جاتا ہے لہذا جلدی توبہ کے اشک ندامت سے دل کو روشن کرلو۔"

علامہ آلوسیؒ آگے مزید رقمطراز ہیں کہ "جب ندامت اور توبہ کے نور سے دل روشن ہو جائے گا تو گناہ کے اندھیرے میں شیطان نے جو گھر بنایا تھا وہ اسے چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ جیسے چمگادڑ اندھیرے میں رہتا ہے ابلیس کا مزاج بھی یہی تھا کہ گناہوں کے اندھیرے میں رہتا ہے۔ اگر توبہ دیر میں کی تو شیطان دیر تک رہے گا کیا تم دشمن کو دیر تک اپنے گھر میں رکھنا چاہتے ہو۔ اسلئے خطا ہوگئی تو جلدی سے توبہ کرنی چاہئے۔"

اس جگہ آیت مذکورۃ الصدر کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ نے سلطان ابراہیم بن ادہمؒ کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ "سلطان ابراہیم بن ادہمؒ نے تخت و سلطنت اللہ پر فدا کرنے کے بعد دس سال تک غار نیشاپور میں عبادت کی، پھر حج کرنے آئے۔ تو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے انھوں نے ایک درخواست کی "اللهم انى اسئلك العصمة" یعنی اے اللہ میں آپ سے عصمت کا طلب گار ہوں (مجھ سے گناہ کبھی نہ ہو) دل میں صدائے غیبی آئی "اے سلطان ابراہیم بن ادہمؒ! میں جانتا ہوں کہ تونے میری محبت میں سلطنت فدا کی ہے اور میں تیری محبت کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن جو سوال تو کر رہا ہے، ساری دنیا کے انسان میرے دروازے پر یہی سوال کر رہے ہیں۔ لیکن اے ابراہیمؒ! اگر ہم سب کی یہ دعا قبول کرلیں اور سب کو معصوم عن الخطا کردیں تو ساری دنیا تو ہوگئی معصوم۔ تو پھر میں کس پر مہربانی کروں گا اور کس پر کرم کروں گا۔ اس لئے یہ درخواست کرو کہ اے اللہ مجھے گناہوں سے محفوظ فرما اور توفیق دے توبہ کی اور استقامت کے ساتھ رہنے کی۔ اور پھر بھی خطا ہو جائے تو پھر توبہ کرلو"۔ (روح المعانی ۴/۱۳۵)

بقیہ صفحہ ۱۶

اسلام کا ایک زندہ معجزہ

شیخ احمد یاسینؒ

جناب مولانا محمد الیاس ندوی
بھٹکل

''جی ہاں میں انہیں جانتا ہوں جو اسرائیلی فوج پر گھات لگا کر حملے کر رہے ہیں لیکن میں ان میں سے کسی ایک کا نام بھی آپ کو بتا نہیں سکتا چاہے اس کے لئے میرے جسم کے بچے ہوئے اور ان اعضاء کو بھی آپ مفلوج کردیں جو صحیح سلامت ہیں۔''

یہ تھے وہ ایمانی جذبات اور پر جوش اسلامی جوابات جو عالم اسلام کے مرشد روحانی شیخ احمد یاسین نے ان اسرائیلی تفتیش کاروں سے کہے تھے جو انہیں غزہ شہر کے جیل میں ٹارچر کرتے ہوئے ان سے حماس کے راز اگلوانا چاہتے تھے، ۱۹۵۲ء میں تیرہ سال کی عمر میں معمول کی اپنی ورزش کے دوران ایک پہاڑی سے کودتے ہوئے ان کی گردن ایک چٹان سے ٹکرا گئی جس سے ان کے جسم کا گردن سے نیچے کا پورا حصہ مفلوج ہوگیا، ۶۶ سال کی عمر میں وفات تک مسلسل ۵۱ سال انہوں نے صبر وضبط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور اس آزمائش پر صابر وشاکر بن کر زندگی گزاری۔

اللہ کو اپنے اس معذور ومفلوج بندہ سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب انہوں نے فلسطین میں ملازمت کے لئے ایک جگہ درخواست دی تو اس شعبہ کے اعلیٰ افسر نے انٹرویو کے تمام مراحل میں بآسانی کامیاب ہونے کے باوجود صرف یہ کہہ کر انکے تقررنامہ پر دستخط کرنے سے انکار کردیا کہ یہ مفلوج ہیں اپنے محبوب بندہ کے ساتھ اس کا یہ ناروا سلوک اللہ کو اتنا پسند آیا کہ تھوڑے سے عرصہ میں جب خود اس افسر کے یہاں بچے کی ولادت ہوئی تو وہ ان سے زیادہ معذور تھا۔

ہماری اس پوری گذشتہ صدی میں کروڑوں مسلمانوں میں سے انگلی پر گنے جاسکنے والے اللہ کے جن محبوب بندوں نے اپنے پیچھے اپنی اسلامی خدمات کے دیرپا نقوش چھوڑے اور امت کے تمام طبقات میں یکساں محبوب ومقبول رہ کر اور ان کے لئے نمونہ بن کر زندگی گزار کر آخرت کو کوچ کر گئے ان میں سے ایک نہایت نمایاں نام شیخ یاسین کا بھی ہے جن کے لئے جسمانی اعذار اور موانع ان کے دینی مشن میں حائل نہیں بنے اور اسلام کے لئے ناقابل فراموش خدمات کے ان کے عزم میں ان کا مفلوج ومعذور جسم بھی رکاوٹ نہیں بنا۔

اسرائیلی عدالت میں جرح کے دوران شیخ کے وکیل صفائی نے ان کو سنائی جانے والی سزا پر جج سے یہ کہا کہ آپ ایک معذور ومفلوج شخص کو سزا دے کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس جج کا جواب تھا کہ ان کا جسم معذور ہے نہ کہ ان کا دل ودماغ جس سے یہ وہ کام کر رہے ہیں جو سالم جسم والا بھی نہیں کرتا اور ہمیں خطرہ ان کے اسی دماغ سے ہے نہ کہ ان کے جسم سے۔

۱۹۸۴ء میں ان کو اسرائیلیوں کے قتل میں ملزم قرار دے کر تیرہ سال کی سزا دی گئی لیکن تیرہ ماہ بعد ۱۹۸۵ء میں فلسطینی اور اسرائیلی قیدیوں کے تبادلہ میں وہ بھی رہا ہوگئے جس کے بعد ان کا اصل مشن شروع ہوا اور فلسطین کی یاسر عرفات کی سیکولر مسلم قیادت سے مایوس ہو کر انہوں نے دسمبر ۱۹۸۷ء میں تحریک حماس یعنی انتفاضہ شروع کی اور گھر گھر فلسطینیوں تک ان کا یہ پیغام پہونچا کہ ظالم یہودیوں اور اسرائیلیوں کے ظلم وجور سے بچنے کے لئے جس طرح جہاں اور جیسے ممکن ہو مزاحمت کر کے ان کو نقصان پہونچانا چاہئے اور ان کا جینا دوبھر کر دینا چاہئے۔ انتفاضہ یعنی نہتے فلسطینی مجاہدین کی اس تحریک نے غلیلوں اور پتھروں سے چند ماہ میں وہ اثر دکھایا جو یاسر عرفات کی تحریک الفتح نے بیس سال میں نہیں دکھایا تھا، چنانچہ امریکی رسالہ ٹائمز کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ فلسطینیوں میں پیدا ہونے والی بیداری کے پس پردہ شیخ یاسین اور ان کی تحریک حماس ہی ہے، اسرائیل کے خلاف تحریک انتفاضہ کا ایک دوسرا فائدہ خود فلسطینیوں کو ذاتی طور پر بھی ہوا کہ اس تحریک نے ان میں اسرائیل کے خلاف اللہ کے بھروسہ پر جدوجہد کے ساتھ خود ان میں دینی اثرات پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا، نوجوان مسلم طالبات اور خواتین میں پردہ کا رواج عام ہوا، مسجدیں نمازیوں سے بھرنے لگیں۔ دین پسندی اور دین سے نسبت پر نوجوان فخر محسوس کرنے لگے، اور فلسطین میں اخلاقی وروحانی ماحول بھی پیدا ہوا۔ شیخ عوام میں بھی غیر معمولی مقبول تھے، انہوں نے سماجی اور رفاہی امور کے انجام دہی، غریبوں کی مدد اور بیواؤں کی خبر گیری کے علاوہ مساجد کی تعمیر وغیرہ کے لئے المجمع الاسلامی کے نام سے ۱۹۸۴ء میں ایک ادارہ قائم کیا جس کے وہ خود جنرل سکریٹری بھی تھے۔

شیخ پر اپنی جانیں نثار کرنے والے لاکھوں لوگوں میں دنیا کے چوٹی کے مالدار مسلم تاجر بھی تھے لیکن شیخ نے ان سے مالی وسائل کے بجائے ہمیشہ ان کی جانی و جسمانی قربانی طلب کی اور جذبہ ایمانی اور ولولہ ایمانی کو ان میں ابھارنے کی کوشش کی، اپنی بیوی اور گیارہ بچوں کے ساتھ وہ فلسطین پر اسرائیل کے قبضہ کے بعد سے مسلسل ۲۵ سال تک غزہ کے مہاجر کیمپوں میں زندگی گزارتے رہے۔ جس کے بعد ان کے بعض شاگردوں کے اصرار پر غزہ کے محلہ جورۃ الشمس میں ان کے لئے ایک جگہ خرید کر ایک منزلہ ایک چھوٹا سا مکان تعمیر کیا گیا جہاں وہ شہادت تک مقیم رہے، شیخ کی ولادت ۱۹۳۸ء میں ہوئی وہ اپنے چار بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھے، تین سال کی عمر ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہو کر یتیم ہوگئے، اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ قاہرہ یونیورسٹی جانا چاہتے تھے لیکن منظوری آنے کے باوجود مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے وہ اپنی اعلیٰ تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور جامعہ عین الشمس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ۱۹۸۴ء تک وہ بحیثیت استاذ تدریس کے ذریعہ ملنے والی اپنی معمولی تنخواہ پر گزر بسر کرتے رہے، اپنی معذوری کے باوجود ان کی سب سے حیرت انگیز اور قابل تقلید خصوصیت جو تھی وہ تہجد کے علاوہ ان کا نماز باجماعت کا اہتمام تھا، گھر سے مسجد فاصلہ پر ہونے کے باوجود عام نمازوں کے علاوہ وہ فجر کی نماز میں بھی ہمیشہ پابندی سے مسجد کی جماعت میں اپنی وہیل چیئر پر جا کر شریک ہوتے تھے، اللہ کو ان کا یہ عمل اتنا پسند تھا کہ فجر کی نماز مسجد میں ادا کر کے گھر واپس ہوتے ہوئے ہی اللہ نے ان کو شہادت کا قابل رشک اعزاز عطا فرمایا۔

شیخ اپنے پیچھے اسلام اور فلسطینی کاز کے لئے جو ناقابل فراموش خدمات چھوڑ کر گئے ہیں اس کو ملت صدیوں یاد رکھے گی اور اپنے اس مایہ ناز سپوت اور قابل فخر فرزند کو مدتوں نہیں بھلا پائے گی، اللہ پوری امت کی طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ☆☆☆

رسید کتب

۱۔ ہندوستانی مسلمان : رویہ اور رجحان انیسویں صدی میں

ڈاکٹر مشیر الحق شہید سابق وائس چانسلر کشمیر یونیورسٹی کے وہ مضامین جن کا تعلق مسلمانان ہند، ان کی قومیت، زبان، عقیدہ اور بدلتے ہوئے حالات سے ہے ان کو ڈاکٹر شاہ عبدالسلام (پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی) نے ترتیب دیکر ایک کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر مشیر مرحوم کا موضوع ہندوستانی مسلمان تھا۔ اس موضوع کی متنوع شاخوں، شخصیات رویہ اور رجحانات پر وہ لکھتے رہے اور ان کے تبصرے جامع ہوتے تھے، ان کے علمی و تحلیلی جائزے تخیلاتی نہیں بلکہ معانی پر مبنی ہوتے تھے، کسی موضوع پر لکھنے سے پہلے اسکا اچھا مطالعہ کر لیا کرتے تھے، ان کے بعض جائزے خاص طور پر جس میں وہ جامعہ ملیہ کے بعض سیکولر ذہن رکھنے والے اساتذہ سے متاثر معلوم ہوتے تھے، ان سے راقم کو اتفاق نہیں تھا۔ لیکن ان کی محنت اور کاوش کا میں قائل تھا، اور ان کی شہادت کے بعد اس شخص کے بلند کردار کا میں معترف ہوگیا۔ کاش وہ زندہ رہتے اور ہمارا اختلاف ان سے قائم رہتا۔ یہ نہ ہوتا جو ہوا۔ ان کی شمع زندگی بجھادی گئی اور ہمارے اختلافات ختم ہوگئے۔

پیش نظر کتاب میں تاریخی وعلمی جائزے ہیں اس میں وہ مواد جمع ہوگیا ہے جو کسی مفصل ریسرچ کرنے والے کے لئے مقدمہ بن سکے۔

ڈاکٹر شاہ عبدالسلام، ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کے بھانجے اور خویش ہیں۔ انہوں نے علمی خدمت کے ساتھ ایک وراثتی حق بھی ادا کیا ہے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

۲۔ قرآن اور جدید سائنس (مشاہدات کی روشنی میں)

از۔ ڈاکٹر محمد انس ندوی۔ شائع کردہ۔ مسلم ویلفیئر ایجوکیشنل سوسائٹی ڈی ۳/۲۔ جی۔ ٹی۔ بی نگر، کریلی، الہ آباد یوپی۔ ملنے کا پتہ بذریعہ ناشر۔ کاغذ سفید قسم اعلیٰ، مجلد، خوبصورت غلاف، قیمت ۴۰ روپے۔

اعجاز قرآنی پر تیسری صدی ہجری سے مسلسل لکھا جارہا ہے، پورا فن بلاغت اسکو سمجھنے کے لئے تیار کیا گیا ہے، لیکن اس کا ایک اہم رخ علمی و سائنسی ہے، نظام پیدائش وموت اور اس کے مراحل، آفتاب وماہتاب کی گردش، رات اور دن کا بدلنا، آفاق وانفس کے پیچیدہ مسائل جسکو قرآن نے حل کیا ہے۔ اور وہ سب ایک نظام کے ماتحت رواں دواں ہیں۔ اس سلسلہ میں بنگلور کے معروف صاحب قلم وصاحب معرفت مولانا شہاب الدین ندوی نے ایک کتب خانہ جمع کردیا ہے۔ عربی میں بھی رابطہ عالم اسلامی نے الاعجاز العلمی کے نام سے ایک شعبہ کھول رکھا ہے، بعض ازہر کے اساتذہ نے بھی اس پر کام کیا ہے الازہر کے بعد ندوۃ العلماء کے فضلاء نے بھی اس موضوع پر وسعت سے بحث کی ہے۔ مولانا شہاب الدین ندوی کے بعد ڈاکٹر سید محمد انس ندوی نے اس موضوع پر عظیم کام انجام دیا ہے اور کافی دیدہ ریزی کے ساتھ ان مواضع کی وضاحت کی ہے ضرورت ہے کہ اہل علم اس سے فائدہ اٹھائیں۔

۳۔ قرآن میں کیا ہے؟

مؤلف: ابن غوری۔ آئی۔ جی۔ ایس پبلیشر حیدر آباد
ملنے کے پتے: (۱) ابن غوری۔ مولانا محمد علی جوہر اسٹریٹ، نلگنڈا۔ اے پی۔
(۲) ہندوستان امپوریم، پتھر گھٹی۔ حیدر آباد۔ ۵۰۰۰۰۲
(۳) ندوی بکڈپو۔ ندوۃ العلما، لکھنؤ
قیمت: ۱۲۰ روپے

جناب ابن غوری صاحب نے قرآن کریم کے مضامین کو شستہ اردو میں جمع کرنے کی ابتدائی کوشش کی ہے، موصوف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ کے دست گرفتہ ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں۔ تراویح کی نمازوں میں ہر ترویحہ پر قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ پیش کرتے تھے۔ جس طرح حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ اپنے ترجمہ کے حاشیہ پر سورہ کا موضوع، اس کا ماخذ اور مرکزی مضمون تحریر فرما چکے ہیں حضرت مولانا لاہوری کے نقش قدم پر ابن غوری صاحب نے چلنے کی کوشش کی ہے انشاء اللہ ان کی ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ (ععن)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی مرحوم کو بعد از مرگ

''شاہ ولی اللہ ایوارڈ''

مولانا محمد شہاب الدین ندوی مرحوم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور کو ان کی ''اسلام اور سائنس'' جیسے منفرد اور اہم موضوع پر خدمات کے اعتراف میں IOS نے امسال کا شاہ ولی اللہ ایوارڈ مولانا مرحوم کو عنایت کیا ہے۔ مولانا ئے مرحوم کے صاحبزادے جناب مولوی جمیل الرحمن ندوی کو ایک باوقار تقریب میں شاہ ولی اللہ ایوارڈ، صدر مسلم پرسنل لا، بورڈ وناظم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے دست مبارک سے دیا گیا۔ اسلام اور سائنس کے موضوع پر مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں تاہم انکی ان فکری کاوشوں اور قابل قدر خدمات کا حق ہے کہ اس سے قارئین کما حقہ واقف ہوں۔ کوشش کی جائے گی کہ آئندہ کسی شمارے میں مرحوم کی ان خدمات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جائے۔

عالم اسلام

حمیت نام ہے جس کا........؟

مولانا نذر الحفیظ ندوی

کیا تیمور کے گھر سے ہمیشہ کے لئے حمیت رخصت ہو چکی ہے؟ یہ سوال اس وقت پوری اسلامی دنیا کی صحافت میں اٹھایا جارہا ہے۔

اس سوال کے جواب میں مغربی دانشور اور اسلامی دنیا کے تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل جس سفاکی اور بے دردی سے مسلمانوں کو قتل کررہے ہیں اس سے ان دونوں کو یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہئے کہ عرب بزدل ہیں اور وہ اس قتل وغارتگری کا جواب نہیں دے سکتے۔ عرب عوام کے اندر دینی بیداری کی زبردست لہریں موجود ہیں، وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے پر قدرت رکھتے ہیں لیکن اپنے حکام سے مجبور ہیں جو امریکیوں کے اتنے وفادار ہیں جتنے خود امریکی اپنی حکومت کے وفادار نہ ہوں گے، اس لئے کہ جتنے حکمراں ہیں خواہ وہ نام نہاد جمہوری طرز انتخاب سے برسر اقتدار ہوں یا شاہی حکمراں ہوں، ان کو اپنی کرسی اتنی عزیز ہے کہ وہ کسی قیمت پر امریکہ کو ناراض کرنا نہیں چاہتے، اس لئے کہ ان کی کرسی کے چاروں پائے امریکہ کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ امریکی کرسی انھیں اس قدر عزیز ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے وہ اپنے پورے ملک کو بلا تردد قربان کرسکتے ہیں، چنانچہ کمال اتاترک نے اس کرسی کے لئے دس لاکھ سے زائد ترکوں کو تہ تیغ کردیا۔ پھر بھی وہ مغربی پروپیگنڈہ میں غازی کمال کے لقب سے یاد کیا گیا۔ پانچویں اور چھٹی دہائی میں جمال عبد الناصر نے صرف ایک رات میں پچاس ہزار مصریوں کو گرفتار کرکے جیلوں میں ڈالدیا، بعد میں یہ تعداد تین لاکھ ہوگئی اور بیس سال بعد جیلوں سے نکلے تو زندگی وتوانائی سے محروم ہوچکے تھے۔ چوٹی کے علماء، داعیوں اور قانون سازوں، ادیبوں، صحافیوں اور سائنسدانوں کو پھانسی پر لٹکا دیا، دس ہزار اخوانیوں کو قتل کیا گیا۔ شامی حکمراں حافظ الاسد نے صرف ایک دن میں حلب وحماہ میں پچاس ہزار شامیوں کو گولیوں سے بھون دیا، اور بادش بخیر صدام حسین کے کارنامے تو چنگیز وہلاکو کے کارناموں پر فوقیت لے گئے، اس کے باوجود مغربی میڈیا کی نظر میں وہ ہیرو ہے۔ یہی حال ٹونس، الجزائر، لیبیا وغیرہ کا ہے جہاں اسرائیل سے بھی بدتر معاملہ عوام کے ساتھ کیا جارہا ہے، ان تمام ملکوں کے عوام بدترین ڈکٹیٹرشپ سے دوچار ہیں، لیکن اس کے لئے بھی وہ امریکہ ہی کو مجرم گردانتے ہیں کہ اسی کی بدولت یہ حکمراں ان پر مسلط ہیں اور ان کو آلہ کار بناکر امریکہ اپنا الو سیدھا کررہا ہے، لیکن پچاس سال کے بعد امریکی عقلمندوں کو یہ احساس ہونے لگا ہے کہ عالم اسلام کے بارے میں اس کے دانشوروں نے جو پالیسی بنائی تھی وہ غلط تھی۔ امریکی انتظامیہ اور پالیسی ساز اداروں میں اس وقت دو رجحانات پائے جاتے ہیں، ایک رجحان تو یہ ہے کہ امریکہ اپنی اس پالیسی پر گامزن رہے اور ہر قیمت پر اسرائیل کی حمایت اور اس کے ذریعہ عربوں کو ذلیل کرتا رہے۔ دوسرا رجحان یہ ہے کہ امریکہ کی اس پالیسی سے شدید ناراضگی عربوں میں پائی جاتی ہے، چونکہ تمام عرب ملکوں میں دینی بیداری کی لہر پیدا ہوچکی ہے اس لئے اسرائیل کے مجرمانہ اقدامات اور امریکہ کی مسلم کش پالیسی سے امریکیوں سے بیزاری بڑھتی جارہی ہے، اگر صحیح طریقے سے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے جائیں تو اسلامی رجحان رکھنے والے عناصر کا غلبہ حکومت پر ہوجائے گا، جب اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگئی ہے تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ان کو ناراض کیا جائے، کیوں نہ پرانے پٹے ہوئے مہروں کو چھوڑ کر نئے مہرے بٹھانے کی کوشش کی جائے، دینی رجحان رکھنے والوں کو موقع دیا جائے کہ وہ حکومت اور اقتدار سنبھالیں اور فریقین کے درمیان مساوی بنیادوں پر معاہدہ کئے جائیں۔ اس رجحان کو بظاہر امریکی انتظامیہ نے قبول کرلیا ہے اور یہ طے کرلیا ہے کہ عرب ممالک میں جمہوری قدروں کو فروغ دیا جائے، چنانچہ سال بھر سے اس نقطۂ نظر پر عرب صحافت میں بحث ومباحثہ ہورہا ہے، گذشتہ ہفتہ مصری ڈکٹیٹر محمد حسنی مبارک نے صاف صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ اگر امریکی طرز کی جمہوریت یہاں قائم کی جائے گی اور آزادانہ انتخابات کرائے جائیں گے تو دیندار عناصر حکومت پر غالب آجائیں گے اور ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ بحث ومباحثہ ہوہی رہا تھا کہ شیخ احمد یٰسین کی شہادت کی خبر بجلی بن کر پوری دنیا پر گری، عالم اسلام سکتہ میں آگیا، سب سے پہلا ردعمل عراق میں ہوا جہاں خبر چند منٹوں میں پہنچ گئی، آفتاب کے طلوع ہوتے ہوتے ہزاروں عراقیوں نے بغداد میں زبردست مظاہرہ کیا اور امریکہ اسرائیل کی شدید مذمت کی اور انتقامی حملے انہوں نے تیز کردیے، اب تک کے سب سے خطرناک حملوں میں اس خبر کو غیر معمولی اہمیت دی گئی جو چار امریکی ٹھیکیداروں کے قتل، ان کو جلانے اور جلانے کے بعد ان کی لاشوں کو گھسیٹنے کی صورت میں آگئی، اس خبر کی اشاعت میں یہ بات بھی رکھی گئی ہے کہ یہ شیخ کے قتل کے انتقام میں ہے۔

دوسری طرف اپنے بیانات میں عراق کے سنی اور شیعہ اور کرد تمام عناصر نے سخت الفاظ میں شیخ یسین کے قتل کی مذمت کی اور اس گھناؤنے جرم کا مرتکب امریکہ اور اسرائیل دونوں کو قرار دیا گیا۔ سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں نے متفقہ بیان جاری کرکے اس ہولناک جرم کی مذمت کی، عارضی حکومت کے رکن مسٹر موفق ربیعی اور محسن عبد الحمید نے اس واقعہ کو بھیانک تشدد اور مجرمانہ حرکت سے تعبیر کیا اور کہا کہ شیخ کی شہادت نے ہمارے دلوں میں آگ لگادی ہے، تمام مسلمان اس سے رنجیدہ ہیں لیکن اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل جیسے مجرم ملکوں کے وحشیانہ جرائم اور ان کی درندگی کو ہم ہر قیمت پر ختم کرکے رہیں گے، اس جرم میں امریکہ اور اسرائیل دونوں برابر کے شریک ہیں۔

محسن عبد الحمید نے اپنے بیان میں کہا کہ یہ وحشتناک خبر ایسے وقت آئی ہے جب کہ ہم عراقی امریکی درندوں کی درندگی کا سامنا ہر روز کررہے ہیں۔ عراقی شیعوں کے مذہبی رہنما آیت اللہ سیستانی نے اس واقعہ کو بھیانک جرم سے تعبیر کیا اور تمام مسلمانوں سے پرزور اپیل کی کہ وہ اپنی صفوں کو متحد رکھیں اور ظالموں اور غاصبوں سے اپنا حق واپس لینے کے لئے سرگرم عمل ہوجائیں۔ ایک دوسرے شیعی رہنما مقتدی الصدر نے اس واقعہ کو بزدلانہ اور کمینگی کی حرکت سے تعبیر کیا۔

عراق کے مختلف شہروں میں یہ مظاہرے ہوئے، کرکوک، موصل، بغداد، بعقوبہ، بصرہ، اور فلوجا میں زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے، موصل کے طلبہ ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل آئے، پہلے انھوں نے اسرائیل کی مذمت کی، پھر بعد میں یہ مظاہرین امریکی قابض فوجوں کے خلاف نعرے لگانے لگے، انھوں نے امریکی واسرائیلی پرچم نذر آتش کئے اور بش وشارون کے پتلے جلائے، ان مظاہرین نے یہ نعرے لگائے، یا یھود یا یھود. جیش محمد سیعود "اے یہودیو! اے یہودیو! کان کھول کرسن لو، محمد کی فوج پھر واپس آئے گی۔

بغداد کے محلہ اعظمیہ میں سب سے بڑا مظاہرہ ہوا جہاں مظاہرین نے بینر اٹھا رکھے تھے، ان پر یہ عبارتیں لکھی تھیں، "ہم اس جرم کی مذمت کرتے ہیں، بزدلوں سے انتقام لیا جائے۔" امریکہ واسرائیل مردہ باد کے نعرے لگائے گئے۔

ادھر قاہرہ یونیورسٹی کے کیمپس میں ہزاروں طلبہ نے مظاہرہ کیا تو انھیں چاروں طرف سے مسلح مصری فوجوں نے گھیرے میں لے لیا، انھیں اسرائیل وامریکہ کے خلاف نعرے لگانے یا ان دونوں کے خلاف تقریر کی بھی اجازت نہیں تھی۔ نہ قاہرہ کے اخبارات نے اس مظاہرے کی کوئی خبر یا تصویر دی۔ فلسطین میں اس خبر پر شدید مظاہرے ہوئے، پورے ملک کی پولیس اور فوج کو چوکنا کردیا گیا، بلکہ کرفیو نافذ کردیا گیا، اسرائیلی جیلوں میں بھی ریڈ الرٹ کردیا گیا۔

دوسری طرف شارون نے اس خبر پر مسرت ظاہر کی، امریکہ نے بھی اسرائیلی اقدامات کی تائید کی، سلامتی کونسل میں ویٹو کرکے ایک قاتل نے دوسرے قاتل کو مبارکباد دی، یورپی ملکوں نے ہمیشہ کی طرح لفظی مذمت کی قرارداد منظور کی، تیسری طرف اس واقعہ سے پورے اسرائیل میں خوف کی لہر دوڑ گئی ہے، اکثر اسرائیلیوں کو یہ اندیشہ ہے کہ پہلے سے کہیں زیادہ فلسطینی خودکش دستے حملہ آور ہوں گے اور بڑی تعداد میں ہوں گے، وہ اسرائیلی جو پہلے سے ذہنی واعصابی امراض کا شکار تھے وہ اور بھی خوفزدہ ہوگئے ہیں، خود فلسطینیوں نے لاکھوں کی تعداد میں مظاہرہ کئے اور شیخ یسین کے جنازہ میں شرکت کی اور اپنے بیانات میں انھوں نے صرف یہ کہا کہ اب صہیونیوں کو موت کے لیے تیار رہنا ہوگا، وہ ہمارے جواب سننے کے بجائے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اسرائیلی اخبارات نے لکھا ہے کہ شیخ یٰسین کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کابینہ کے اس ہنگامی جلسہ میں کیا گیا جو اس مقصد کے لئے بلایا گیا تھا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اسدود نامی بندرگاہ پر زہریلی گیس بنانے کا ایک پلانٹ ہے، جس کی حفاظت کے لئے اسرائیل نے زبردست انتظامات کر رکھے تھے، الکٹرانک الارم، برقی رو کے تاروں سے گھیرنے کے علاوہ سمندر اور خشکی دونوں جگہ چاروں طرف سے فولادی جالیوں سے گھیر دیا گیا تھا، ان کے علاوہ پٹرولنگ کا بھی انتظام تھا، لیکن ان تمام انتظامات اور فولادی وبرقی دیواروں کو روندتے ہوئے دو کمسن نوجوان خودکش بمبار بن کر اس کارخانہ کی ٹنکی تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، وہاں پہونچتے ہی انھوں نے اپنے کو دھماکہ سے اڑالیا، اگر وہ دونوں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجاتے تو پورا اسرائیل موت کے آغوش میں پہونچ جاتا، اس واقعہ کی جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ شیخ یٰسین کے حکم پر یہ منصوبہ بنایا گیا تھا، اس صورت کو دیکھ کر کابینہ نے مندرجہ بالا فیصلہ کیا اور شارون نے بذات خود اس کی نگرانی کی۔

عرب ملکوں میں زبانی ردعمل برابر جاری ہے، اس میں انسانی حقوق کی تنظیم نے سب سے پہلے اس جرم کی مذمت میں بیان جاری کیا۔ ایران میں بھی احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ جینوا میں انسانی حقوق کی تنظیم کے دفتر سے بیان جاری کیا گیا، لیکن امریکہ اور آسٹریلیا کے نمائندوں نے اس کے حق میں ووٹ نہیں دیا، اٹھارہ ملکوں نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا، پاکستان نے اسلامی ملکوں کی طرف سے قرارداد پیش کی، اس کمیٹی کے ۵۳ ارکان نے کہا کہ یہ ایک حکومت کی طرف سے تشدد کا ارتکاب ہے۔ قاہرہ یونیورسٹی کے علاوہ کفر شیخ یونیورسٹی کے سات ہزار طلبہ نے احتجاجی مظاہرہ کیا، اور انتقام کا مطالبہ کیا۔ مظاہرین نے اسرائیلی سفارت خانہ کو بند کرنے کا مطالبہ بھی کیا، وسط شہر قاہرہ میں امریکن یونیورسٹی میں زیر تعلیم ایک ہزار مصری طلبہ نے کیمپس کے اندر مظاہرہ کیا۔ مڈل ایسٹ ایجنسی کے مطابق قاہرہ کے جنوبی شہر بنی سویف میں یونیورسٹی طالبات نے بھی مظاہرہ کیا تھا، مصر کے پڑوسی ملک سوڈان کے دار الحکومت خرطوم میں قصر صدارت کے سامنے ہزاروں مظاہرین جمع ہوگئے اور انھوں نے بش اور شارون کے پتلے نذر آتش کئے، اس احتجاجی مظاہرہ میں جن لوگوں نے تقریر کی ان میں حماس کے نمائندے بھی تھے، موریتانیہ کے دار الحکومت نواکشوط میں تقریباً پندرہ ہزار کے قریب مظاہرین نے احتجاج کیا اور کہا کہ شارون اور بش کے سروں کو کاٹ لینے سے ہی امن وامان قائم ہوگا، مظاہرین نے نواکشوط میں قائم اسرائیلی سفارتخانہ کو بند کرنے کا مطالبہ کیا، یہ واضح رہے کہ ایک سال قبل موریتانیہ دوسرا ملک ہے جس کے ساتھ اسرائیل کے سفارتی تعلقات قائم ہوئے ہیں، یہودیوں کے مرکز نیویارک میں ایک سو فلسطینیوں نے اسرائیلی قونصل خانہ کے باہر مظاہرہ کیا، یہ لوگ فلسطینی پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔

پاکستان، ہندوستان، ملیشیا اور انڈونیشیا میں ہزاروں مظاہرین نے سڑکوں پر ریلی نکالی اور مذمتی قرارداد منظور کی۔ جاکرتا میں اقوام متحدہ کے دفاتر کے

سامنے لہرانے والے اسرائیلی پرچم کو جلادیا اور امریکی سفارت خانہ کا رخ ان مظاہرین نے کیا۔

پوری دنیا کے ممتاز علماء اور داعیوں نے اس جیاتک جرم پر تشویش ظاہر کی لیکن سب نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا کہ مجرموں اور غاصبوں کو بزور قوت فلسطین، عراق اور افغانستان سے نکالیں گے، اور یہ کہ مسلمانوں کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، وہی غالب ہوں گے۔ ان ممتاز علماء اور داعیوں میں علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی ہیں جن کا بیان سب سے پہلے آیا، اور اس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے مجروح دلوں کے لئے مرہم کا کام دیا، انھوں نے نو نکات پر مشتمل اپنا بیان جاری کیا جو غیر معمولی حد تک طاقتور بڑا موثر اور روح پرور ہے، وہ دعوتی روح، مجاہدانہ جذبات، ہوشمندی، دینی غیرت وحمیت ظلم اور ظالموں سے نفرت، اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد، حق کے غلبہ اور باطل کے مغلوب ہونے پر یقین سے پر ہے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند و جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ و بالا

اتنا مفصل اور رہنما بیان کسی بھی عالم و داعی کا اب تک نہیں آیا، اور نہ ایسا دو ٹوک فیصلہ کن اور طاقتور لب و لہجہ اور خود اعتمادی سے کسی نے بیان دیا ہے، اس بیان میں اپنے مقصد پر غیر متزلزل یقین کا طاقتور اظہار ہے۔

☆☆☆

نقوش سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

از

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ملنے کا پتہ:-

MAKTABA AI-HASANI
Maulana Abul Hasan Ali
NadwiMemorial Centre,First
Floor, A.N.S. Plaza,Beside
Mallepally Mosque.
HYDERABAD-500001 (A.P.)

تعارف وتبصرہ

اسلام اور اسلامی عقائد: ایک بنیادی تعارف

(برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف کا ایک بہترین علمی تحفہ)

مصنف: مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

ناشر: شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء لکھنؤ — تعارف وتبصرہ: مولانا نذرالحفیظ صاحب ازہری ندوی

قیمت: ۳۵ روپے — صفحات: ۱۵۳ — ملنے کا پتہ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

محب عزیز مولوی محمد الیاس صاحب ندوی (رکن انتظامی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ و استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل) کی یہ تازہ تصنیف **"اسلام اور اسلامی عقائد ایک بنیادی تعارف"** "شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف سے شائع ہوئی ہے، جس میں توحید و رسالت اور آخرت کا قرآن وحدیث اور علمی وعقلی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب ندوۃ العلماء کے بنیادی مقاصد سے ہم آہنگ ہے اس لیے کہ ندوہ کے ناظم مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی دعوت کا مرکزی محور تمام نوع انسانی تک اسلام کا پیغام پہونچانا تھا، یہ جذبہ آغاز جوانی ہی سے ان میں کارفرما تھا حتیٰ کہ یہ ان کے روح کی غذا اور درد کا درماں بن گیا، ان کے دل و دماغ اور اعصاب پر یہ جذبہ ایسا چھا گیا کہ یہی ان کی کمزوری بن گئی۔

عزیزی مولوی محمد الیاس صاحب ندوی اپنے مربی و مرشد کے ایسے دلدادہ وشیدا اور ان کی محبت میں ایسے فنا ہیں کہ یہی دعوتی جذبہ ان کے رگ وریشے میں سما گیا ہے، ان کے شب و روز اسی مبارک مشغلہ میں بسر ہو رہے ہیں، برادران وطن تک اسلام کے پیغام کو پہونچانے ہی کے جذبے سے یہ کتاب عزیز موصوف نے لکھی ہے، جس جس کے ترجمے انگریزی، ہندی اور کنڑی میں بھی ہوئے ہیں۔

تصنیف وتالیف کی دنیا کے لئے مولوی محمد الیاس صاحب ندوی کسی تعارف کے محتاج نہیں، طالب علمی کے زمانہ ہی سے ہوشمندی ان میں نمایاں تھی، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد ایک طرف تو انہوں نے درس وتدریس کے ذریعہ اپنی علمی وترقی کا سفر جاری رکھا تھا تو دوسری طرف علمی ودعوتی موضوعات پر مفید مقالات ومضامین لکھنے شروع کردئے اور کتابیں بھی، جن کے کئی کئی ایڈیشن ہندوستان و پاکستان میں شائع ہو چکے ہیں، مصنف نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی ورہنمائی اور تحریک وتشویق اور ہمت افزائی پر سلطان ٹیپو شہید پر ایک مفصل تحقیقی کتاب تیار کی جو مجلس کی مطبوعات میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، جس کا انگریزی ترجمہ ابھی حال ہی میں دہلی سے ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے آبجیکیو اسٹڈیز قاضی پبلیشر سے شائع کیا ہے۔ حضرت مولانا نے اس نوجوان مصنف کے مطالعہ، واقفیت، اور محنت و دیدہ وری کی داد دی اور دعا دی کی اللہ تعالیٰ مصنف عزیز کی اس بامقصد، نتیجہ خیز اور قابل تبریک وتہنیت محنت و دیدہ وری کو قبول فرمائے۔ برصغیر کے مشہور مورخ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے بھی اس تصنیف پر قیمتی مقدمہ تحریر کیا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا قبول ہوئی اور نہ صرف یہ کتاب مقبول ہوئی بلکہ ان کے قلم سے نکلی ہوئی تمام کتابیں مقبول ہو رہی ہیں کہ وہ اندرونی تقاضے، دعوتی تڑپ، مخلصانہ جوش وجذبے اور دینی غیرت وحمیت سے سرشار ہو کر لکھتے ہیں، زبان و بیان کی خوبی اور اچھوتا اسلوب ان کی خصوصیت ہے۔

مولوی الیاس ندوی نے مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کے ذریعہ جو دعوتی کام شروع کیا ہے اس کو نوجوانوں کے علاوہ برادران وطن میں خاص طور سے غیر معمولی قبولیت حاصل ہو رہی ہے، یہ کتاب مصنف نے ان ہی کو سامنے رکھ کر لکھی ہے جو مولانا عبداللہ صاحب حسنی ندوی کے گرانقدر مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، آمین

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

اور اگر باخبر اپنی حقیقت سے ہو

مولانا شمس الحق ندوی

مشہور بزرگ شقیق بلخیؒ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ادھم ایک دن بصرہ کے بازاروں سے گذر رہے تھے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کیا ابو اسحٰق! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو تمہاری دعا قبول کروں گا (ادعونی استجب لکم) ہم لوگ بہت دنوں سے دعا کر رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول نہیں فرماتے۔

جواب میں ابراہیم ابن ادھم نے فرمایا:

"بصرہ کے باشندو!

تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں پھر تمہاری دعا کیسے قبول ہو؟ (۱) تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس پر ایمان لائے لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہو، (۲) تم نے اللہ کی کتاب قرآن کریم پڑھا اور اس پر عمل نہیں کرتے ہو، (۳) تم نے اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا دعویٰ کیا لیکن ان کے چلن (سنتوں) کو نہیں اپناتے ہو، (۴) تم لوگوں نے شیطان سے دشمنی کا دعویٰ تو کیا لیکن چلے اسی کی راہ پر اس نے تمہاری خواہشات نفسانی کو جدھر پھیرا ادھر کو چل پڑے، (۵) تم نے جنت میں داخلہ کا دعویٰ تو کیا لیکن جنت میں لے جانے والے کام نہیں کئے، (۶) جہنم سے بچنے اور نجات کا دعویٰ تو کیا لیکن کام وہ کئے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں، (۷) تم نے موت کو یقینی مانتے ہوئے بھی اس کے لئے تیاری نہیں کی، (۸) تم اپنے بھائیوں کے عیوب بیان کرنے میں اتنے منہمک اور ڈوبے ہوئے ہو کہ اپنے عیوب پر نظر ہی نہیں جاتی اس کا تمہیں احساس تک نہیں ہوتا، (۹) اپنے مالک کی نعمتیں کھاتے ہو اور اس کا شکر نہیں ادا کرتے، (۱۰) اپنے مردوں کو دفن کرتے رہتے ہو لیکن عبرت نہیں حاصل کرتے کہ دیر سویر ہم کو بھی اسی طرح قبر میں اتارا اور (منوں مٹی کے نیچے) دفن کر دیا جائے گا۔"

اہل بصرہ کے سوال اور ابراہیم ابن ادھم کے جواب کو ہمارے بہت سے قارئین کرام واعظانہ اور خانقاہی باتیں کہہ کر گذر جائیں گے لیکن ذرا دیر کے لئے ہم اپنی موجودہ زندگی کے لیل ونہار پر غور کریں تو کیا یہ حقیقت روز روشن کی طرح ہمارے سامنے نہ آجائے گی کہ اس وقت مذکورہ بالا باتوں میں سے کونسی بات ہے جو ہماری زندگی میں خون کی طرح نہ دوڑ رہی ہو، غفلت کی انتہا ہو گئی کہ بہت سے لوگ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے اور قبرستان پہنچ کر بھی ہنسی مذاق کرتے اور دنیا کی زندگی سے متعلق باتوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں، جب کہ ہمارے نبی امی ﷺ کا یہ حال تھا کہ آپ ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان میں تشریف فرما تھے اور سر جھکائے فکر آخرت میں ڈوبے ہوئے ایک تنکے سے زمین کو کرید رہے تھے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ طرح طرح کے حوادث، اور بے سان وگمان پیش آنے والے موت کے واقعات ہم کو ہوشیار و متنبہ نہیں کرتے، کہ اپنی زندگی کا جائزہ لیں ان اعمال کی فکر کریں جن میں دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے، جس طرح غذاؤں اور دواؤں میں تاثیر ہوتی ہے اسی طرح برے اور نیک اعمال کی بھی تاثیر ہوتی ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے زوال وادبار کے طرح طرح کے اسباب اور وجوہات بیان کئے جاتے ہیں لیکن وہ تمام بیماریاں جو اوپر حضرت ابراہیم ابن ادھم کی زبانی بیان ہوئیں ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جو اس وقت ہمارے معاشرہ اور سوسائٹی میں نہ پائی جاتی ہو، کام تو کئے جائیں خدا کے باغیوں اور منکروں والے اور امید لگائی جائے مومنین صادقین کی نصرت والی۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ اللہ کی مدد و نصرت کا وعدہ استقامت اور اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی عملی زندگی پر ہے نہ کہ دعوۂ اسلام یا نسلی مسلمان ہونے پر۔ پڑھئے کتنے کھلے ہوئے صاف الفاظ میں قرآن کریم نصرت خداوندی کے استحقاق کو بیان کرتا ہے۔

فرمایا:

﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا﴾ (حم سجدہ-۳۰)

"جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو۔"

ایمان کے بعد نصرت کے لئے استقامت ضروری ہے جس کے بارے میں حضرت ابراہیم بن ادھم نے پہلے ہی نمبر پر فرمایا:

"تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس پر ایمان لائے لیکن اس کا حق نہیں ادا کرتے اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہو۔"

کیا اس وقت مسلمانوں کے عام حالات ایسے ہی نہیں ہیں اب اگر اپنے منعم حقیقی کی نافرمانی اور اپنے ازلی دشمن ابلیس سے دوستی کے جرم عظیم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں تو شکایت ہوتی ہے کہ ہم بہرحال مسلمان ہیں ہم پر بلائیں کیوں نازل ہوتی ہیں، ہم ذلت ورسوائی سے کیوں دوچار ہیں؟

کیا اس کی مثال ایسی نہیں ہے کہ ایک شخص شریف اور معزز گھرانے میں پیدا ہوتا ہے پلتا بڑھتا ہے لیکن اہل خاندان سے بالکل الگ گھٹیا اور نچلی سطح کے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے انھیں جیسا چلن اپناتا ہے، ادھر ادھر انھیں بازاری لوگوں کے ساتھ پھرتا ہے کبھی رکشے والوں کے ساتھ بیٹھا بیڑی پی رہا ہے کبھی دارو خانہ میں انھیں گندے اور الجھے ہوئے بالوں والے لوگوں کے ساتھ بیٹھا دارو پی رہا ہے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے، اس

کی ان حرکتوں کی وجہ سے گھر گاؤں کے لوگ بھی اس کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور حقارت کی نظر سے دیکھتے دوسرے شرفاء بھی اس کو اچکوں اور بیہودہ لوگوں میں شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ توہین و تذلیل کا برتاؤ کرتے ہیں اپنی مجلسوں میں بیٹھنے نہیں دیتے، اس کے بعد یہ شخص ہر جگہ شکوہ کرتا پھرتا ہے کہ میں اتنے بڑے معزز، رئیس اور شریف گھر کا لڑکا ہوں پھر لوگ ہم کو ذلیل کیوں سمجھتے ہیں ہماری عزت کیوں نہیں کی جاتی، حد یہ ہے کہ محلہ کے لڑکے بھی ہم کو منہ چڑاتے اور مذاق اڑاتے ہیں کبھی جب دارو خانہ سے نکلتا ہوں تو مجھے جھومتا دیکھ کر بچے ڈھیلوں اور کنکریوں سے استقبال کرتے ہیں یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ ایک معزز گھرانے کے آدمی کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے معلوم ہوا کہ عزت واحترام کے لئے معزز و شریف گھرانے کا ہونا کافی نہیں شریفوں اور رئیسوں والا کردار بھی اپنانا ضروری ہے صرف نسل و خاندان کی بلندی عزت نہیں دے سکتی جب واقعہ یہ ہے تو پھر ابراہیم ابن ادھم کا اہل بصرہ سے کہنا کہ تم نے اپنے کو دعا قبول ہونے کے لائق رکھا کب ہے جو دعا قبول ہو!

کیا اس وقت مسلمانوں کا عام حال یہی نہیں ہے پھر کیا شکوہ کہ ہم رسوائے زمانہ ہیں، اقبال نے اپنی نظم شکوہ میں انہیں احساسات کی ترجمانی کی تھی جب شکوہ پڑھا گیا تو دینی حلقہ میں ہلچل مچی پھر شکوہ کا جواب آیا جس نے حقیقت حال کی تصویر کشی کی کہ مسلمان چوکیں اور بیدار ہوں لیکن............

شکوہ اور جواب شکوہ کے چند شعر پڑھیں اور سوچیں۔

شکوہ:

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

امتیں اور بھی ہیں، ان میں گنہگار بھی ہیں
عجز والے بھی ہیں مستِ مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں ہوشیار بھی ہیں
سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

جواب شکوہ

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر، اور پسر آزر ہیں

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار
ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

☆☆☆

دعائے مغفرت

شہر لکھنؤ کی ممتاز ملی وسماجی شخصیت جناب ڈاکٹر ایم اے حلیم کا ۲ر اپریل کو مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے ساتھ لطف وکرم اور عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے، ان کی بھرپور مغفرت فرمائے اور ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے تدفین عیش باغ لکھنؤ میں عمل میں آئی۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشنل اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ-17236/86)

کے زیر اہتمام

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہند ؒ کے شاگرد اور پہلی جلا وطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

☐ **برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول**

گاندھی نگر، بھوپال، مدھیہ پردیش، انڈیا ______ و

☐ **برکت اللہ گرلس ہائر سیکنڈری اسکول**

سلطانیہ روڈ، ٹی ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، انڈیا

☐ اس ادارہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

☐ غریب اور نادار مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

منجانب:- حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ۔ (بانی وناظم اعلیٰ)

فون: 0091-755-2543466, 2642715

کھیل اسلامی نقطۂ نظر سے

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

جسمانی نشو ونما جوڑ و بند کی مضبوطی، نشاط و تازگی، قوت کار، اور قوت فکر کو مہمیز کرنے کی صلاحیت میں اضافہ، چستی پھرتی اور تیزی، حوصلہ مندی اور طالع آزمائی اور جودت فکر کو فروغ، جسمانی استحکام وتوازن کے قیام میں کھیل کود، جسمانی ورزش اور بدنی ریاضتوں کا موثر رول ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

المؤمن القوی أحب إلى الله من المؤمن الضعيف (حديث)

''طاقتور مومن کمزور مومن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔''

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واعدوا لهم مااستطعتم من قوة﴾ (البراءة)

''جتنا ہو سکے قوت حاصل کرو۔''

اس آیت میں دیگر ذرائع قوت کے ساتھ جسمانی قوت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے اس لئے وسائل کو وہی استعمال کرسکتا ہے جو ان کے استعمال کی صلاحیت وقوت بھی رکھتا ہو، اس لئے فوج ہو یا پولیس جنہیں ہنگامی حالات میں اپنے اپنے اعتبار سے قوت کا مظاہرہ ہی نہیں بلکہ طاقت کے استعمال کی ضرورت بھی پیش آتی ہے انہیں سخت قسم کی جسمانی ورزشوں سے گذرنا پڑتا ہے، اور جسمانی ورزش کا جو نصاب مقرر ہے اس پر عمل کرنا ہوتا ہے تاکہ وسائل قوت کا وہ ضرورت پڑنے پر استعمال کرسکیں، جسمانی طاقت کی وجہ سے بیباکی دلیری اور بہادری کی صفت کو پروان چڑھنے کا موقع ملتا ہے اسی لئے ہادی اسلام ﷺ نے مختلف قسم کی ورزشوں اور کھیلوں کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ بعض ورزشی کھیلوں میں خود بھی شریک ہوئے ہیں، اور اکھاڑے میں اتر کر اس دور کے نامور پہلوان رکانہ کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے انہیں اکھاڑے میں پچھاڑا بھی ہے، لہذا اسلامی نقطۂ نگاہ سے ایسے کھیلوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی، بلکہ یہ سنت نبوی ﷺ قرار پائے گا۔

تیراندازی، نشانہ بازی، شہ سواری، دوڑ میں مقابلہ، تیغ زنی، اور دیگر مفید کھیل اسلام کی نظر میں پسندیدہ ہیں۔ البتہ وہ کھیل جس میں وقت کا ضیاع ہو، یا وہ کھیل جو جوئے کی ایک شکل ہو۔ یا اس کھیل کی وجہ سے پورا معاشرہ غفلت کا شکار ہو۔ جس کھیل سے انسانی معاشرہ میں انتشار و بدامنی ہونے کا اندیشہ ہو، یا جس کا شوق مجنونانہ کیفیت پیدا کرتا ہو۔ اس کھیل پر اسلام یقیناً ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ آج کل کے کھیلوں میں برصغیر میں سب سے مقبول کرکٹ ہے، اس کھیل کا اثر معاشرہ انسانی پر کیسا پڑتا ہے اس کا اندازہ آج ہر کس و ناکس کو ہے۔ چند افراد کھیلتے ہیں لیکن پورا ملک سکتہ کے عالم میں ہوتا ہے، قوت کار متاثر ہوتی ہے، تعلیم گاہوں میں تعلیمی زندگی مفلوج ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ مدارس کی پاکیزہ فضا بھی اس کے وائرس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی، نماز کے پابند نماز سے غافل، ذکر وتلاوت کا اہتمام ختم نہیں تو گھٹ ضرور جاتا ہے، اور پھر اس پر جوا اور سٹہ کی لت مستزاد خورد وکلاں سب کی زبان پر اسی کا تذکرہ۔ گلیوں میں بچے کودتے، اچھلتے اس کی نقالی، مجموعی طور پر پورا معاشرہ مفلوج اور معطل ہوکر رہ جاتا ہے یہ ایسا کھیل ہے جس میں کم از کم ایک دن ورنہ پانچ دنوں تک مسلسل پورا ملک شدید ٹنشن میں مبتلا رہتا ہے، اس کھیل میں اگر تجزیہ کیا جائے تو قومی فوائد کے مقابلہ میں قومی نقصانات زیادہ ہیں، کبھی کبھی اس کی بنیاد پر باہمی تناؤ، رنجش اور فسادات کو سر اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔

لیکن آج کل اس کھیل نے ہمارے اعصاب کو اتنا متاثر کیا ہے کہ اس کے خلاف کہنا نئے زمانے سے ہم آہنگ ہونے کے خلاف سمجھا جائے گا۔

ایک چھوٹے سے بچے کو دیکھا گیا کہ وہ چشمہ لگائے ہوئے ہے، وہ بچہ اپنے والد کے ساتھ تھا چشمہ لگانے کی وجہ معلوم کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ کھیل دیکھنے کا عادی ہے اور ٹی، وی اتنے قریب سے دیکھتا ہے کہ اس کی آنکھ متاثر ہوگئی ہے۔

ابھی تو ون ڈے اور ٹیسٹ سے ہم گذرے ہیں، کچھ دنوں کے بعد اولمپک کھیل ہوں گے جس کے اثرات پوری دنیا پر پڑتے ہیں۔ ان کھیلوں کے ان نقد نقصانات کے ساتھ ایمانی نقصان بھی کچھ کم نہیں ہے، اس لئے کہ اولمپک کھیل خاص طور پر ماضی میں دیوتا زیوس (Zeus) کی تکریم میں منعقد کیا جاتا تھا، اور یونانیوں کے نزدیک ''زیوس'' کی حیثیت رب الارباب کی تھی، رومن اصطلاح میں اسے جوپیٹر کہتے ہیں، اور اولمپیا اس پہاڑی کا نام ہے جہاں یونانی میتھالوجی کے مطابق دیوی دیوتا جمع ہوکر انسانی قسمتوں کا فیصلہ کرتے تھے، اسی طرح بوتھیہ کا میچ جو اپولو کے اعزاز میں ہوتا تھا جو یونانی موسیقی کا دیوتا مانا جاتا تھا۔

چونکہ مسیحیت نے روم و یونان کی مشرکانہ میتھالوجی کو مسیحیت کا رنگ دے کر قبول کرلیا ہے، اس لئے مسیحی تہذیب وثقافت اور تمدن پر اس کی گہری چھاپ ہے اور اسے فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش بھی کی جاتی ہے، اس طرح دبے پاؤں غیر شعوری طور پر ان کی عالمی میچوں کا تصوراتی پہلو ہمارے ایمان وعقیدے کے خلاف ہے۔ ☆☆☆

قارئین بھٹکل متوجہ ہوں

بھٹکل اور اس کے اطراف کے حضرات درج ذیل پتہ پر تعمیر حیات کی رقم جمع کرکے رسید حاصل کرسکتے ہیں:

پتہ:

مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی

پوسٹ بکس ۳۰۔ بھٹکل، کرناٹک

امین شجاع

بولہبی میڈیا اور حرف غلط کا پرچار

پروف ریڈنگ کے سلسلہ میں راقم نے ایک بار لکھا تھا کہ کمپوزشدہ صفحات سے املائی غلطیاں چننے کی مثال ایسی ہے جیسے بالوں سے جوئیں چنی جائیں اب خیال آتا ہے کہ یہ مثال ذوق پر گراں گزرتی ہے۔ لیکن چونکہ پروف پڑھنے سے (جس میں راقم بھی مبتلا ہے) طبیعت پر کچھ بار ہوتا ہی ہے تو کیوں نہ اسے یوں کہنے کی اجازت دی جائے کہ پروف ریڈنگ کی مثال ایسی ہے جیسے شکر میں چیونٹیاں پڑگئی ہوں۔ مثالیں مختلف لیکن کام کی نوعیت و کیفیت یکساں! -- اس لئے اس کا بار ہونا اور ناگوار گزرنا دونوں تسلیم ہونا چاہئے۔ لیکن اب اسے کیا کیجئے کہ بہت سی ناگوار چیزیں زندگی میں ناگزیر بن جاتی ہیں یہ تو اچھا ہے کہ زمانہ ایک حال پہ نہیں رہتا اور مشکلیں آسان ہوتی رہتی ہیں مثلاً بات چلی تھی پروف ریڈنگ اور حرف غلط کی تو حرف غلط کا بھی مقدر تو یہ ہے کہ وہ مٹا کر رکھ دیا جائے۔

یہ بات تو ہوئی کسی پروف میں پائے جانے والے حرف غلط کی جسے آپ کاتب کے بھی سر منڈھ سکتے ہیں لیکن مہذب و متمدن دنیا نے دیدہ و دانستہ بہت سے ''حرف غلط'' وضع کر لئے ہیں اور سینہ زوری یہ ہے کہ وہ انہیں صحیح قرار دینے اور صحیح منوا لینے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ بھی درست کہ لفظوں کا بھی سفر ہوتا ہے اور مدت مدید کے بعد وہ اپنے معانی کے لحاظ سے کیا سے کیا ہو جاتے ہیں مثلاً ''ملا'' کا لفظ کسی زمانہ میں علم و فضل میں کمال کی علامت تھا لیکن آجکل وہ ایسا پامال ہے کہ اس سے تحقیر و اہانت کی بو آتی ہے۔ ادھر چند دہائیوں میں ہم لوگوں کے دیکھتے دیکھتے کچھ ایسی اصطلاحات وضع ہوئیں اور انہیں خوب رواج دیا گیا، جو باہم متصادم و متضاد ہیں اور جن میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہاں خدا پرستی، امن پسندی اور اعتدال کی روش اور اس کے بالمقابل کہاں بنیاد پرستی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کی اصطلاحات !! لیکن بغض و عداوت کی چالیں بہت باریک ہوتی ہیں۔ چنانچہ بنیاد پرستی کے سوتوں اور ان کے سرچشموں کو ڈھونڈ نکالنے کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا رہا، ان کی تلاش میں ان کی انگلیاں سیال سونے کے چشموں، بیداری کے نغموں، غیرت و حمیت کے زمزموں پر بھی اٹھیں اور ستم بالائے ستم مدارس کے نصاب میں بھی ان کی باریک بیں نگاہوں کو وہ جرثومے دکھائی دینے لگے جو اس کے پڑھنے والے کو انتہا پسندی کی طرف لے جاتے ہیں۔

یہ اور ایسے بہت سے 'حرف غلط' ہیں جو بیمار ذہنیت کی اختراع اور اپنے ناپاک منصوبوں کو وجہ جواز بخشنے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی تدابیر ہیں۔ بے چاری امت کو اطمینان ہے تو اس بات کا کہ بے بنیاد الزام تراشی کا یہ ایک ایسا تسلسل ہے جس کا سرا انبیاء و رسل سے جا ملتا ہے قرآن گواہی دیتا ہے کہ (اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ساحر ہے یا دیوانہ ہے۔ سورۃ الذریٰت ۔۵۲)

استعمار کی موجودہ آندھی کے مقابلہ کے لئے شعور کی ضرورت ہے۔ حضرت سلیمان کے قصہ میں تو ایک چیونٹی کے بھی باشعور ہونے کا پتہ چلتا ہے جس نے لشکر سلیمان کو دیکھ کر چیونٹیوں سے کہا تھا کہ اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے لیکن وہ تو حضرت سلیمان تھے کہ جن کے خدا ترس دل میں چیونٹی جیسی حقیر مخلوق کی بھی گفتگو سن کر شکر گزاری کا احساس پیدا ہوا کہ اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے (النمل:۱۹) لیکن ہمیں استعمار کے جس لاؤ لشکر کا سامنا ہے اس کا معاملہ بے خبری کا نہیں بلکہ پوری طرح سے باخبری کا ہے۔ اس پر نشہ اسلحے بھی سوار ہے کہ اس نے فطرت پر اپنے اخلاقی ظرف سے زیادہ قابو پا لیا ہے اور افسوس کہ وہ اپنی طاقت و قوت کو زندگی کی فراوانی کے لئے استعمال نہیں کر رہا بلکہ انسانیت کو تباہ و برباد کرنے کے درپے آزار ہے۔

مسئلہ کا حل یہ ہے کہ روحانی و مادی زندگی میں مفاہمت اور توازن پیدا ہو اور یہ کام اسی امت کے کر دکھانے کا ہے جسے 'امت وسط' کہا گیا ہے۔ غصہ، جذبات اور ردعمل سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے ملت کو اپنی اس متاع گم شدہ کی تلاش و جستجو اور حصول کی ضرورت ہے کہ جس کے ہاتھ آ جانے سے مذموم و بے بنیاد پروپگنڈے از خود کافور ہو جائیں گے، اور وقت کا موجودہ 'بولہبی میڈیا' اپنے مقصد میں ناکام و نامراد رہے گا اور اسلام کی صحیح اور سچی تصویر دنیا کھلی آنکھوں دیکھ سکے گی۔

''حرف غلط'' کو مٹانے کے لئے صحیح طریقہ کار کو اپنانے کی ضرورت ہے نہ کہ غلط اور جذباتی اقدامات اٹھانے اور نہ بے جا ردعمل کے اظہار کی۔

AFZALS MAU CITY
کیپ کے اوپر ... دیکھ کر خریدیں
منو کا بنا
نورانی تیل
درد سر، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

2226657
Fit & Co.
Since : 1916
Specialist in
Suits & Sherwanis
Near Sardar Sons,
at Nazirabad,
Lucknow

Mrs. Sabhia Kaleem
3N Travel & Tourist Bureau (P) Ltd.
B-3Waris Palaza Opp.Hotel Raj, Hussain Ganj
Lucknow-226001
Mobile : 9839272383,(Off) 2274709 E-mail : sabhiakale2m@yahoo.com
WEBSITE : HTTP://WWW.3NGROUP.COM

Phone : 0522-2274606 (s)
Mobile : 0522-2008348
محمد اکرم جویلرس
Mohd. Akram
JEWELLERS
Near: Odeon Cinema, Lucknow.

MTT
آپ کا جانا پہچانا قابل اعتماد مرکز
WESTERN UNION | MONEY TRANSFER
The fastest way to receive money world wide
MIRZA
مرزا ٹور اینڈ ٹریول
TOUR & TRAVEL
(HAJ UMRAH TOUR ORGANISERS & GUIDE SERVICES)
Haj
Umrah
Visa Stamping
International & Domestic Air-Ticketing
Recognised Ministry of External Affairs, New Delhi, India
& Ministry of Haj Saudi Arabia Line M (Haj) (Regn/HTO/12/03
U.G.29, Avadh Nakkhas Crossing, Lucknow-03
Phone : (O) (91-522) 2240580-2240381 ® 2251666,Mo : 9839180765